قانون توہین رسالت کیا ہے اور کیوں ضروری ہے؟

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

انسان جسے اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا اور اسے معزز ٹھہرایا، "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ" کی حقیقت بیان کر کے اسے عزت و شرف کا مقام دیا مگر جب انسان اپنے خالق کی ہدایات سے بے نیاز ہو کر اس کی دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کو اپنی مرضی اور سرکشی سے استعمال کرتا ہے تو زمین فساد سے بھر جاتی ہے اور وہ خود اسفل سافلین بن کر ذلت کی عمیق گہرائیوں میں جا پڑتا ہے اور اپنی ہی جنس پر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ توڑتا ہے کہ روح کانپ اٹھتی ہے۔

دورِ جہالت حسب نسب، رنگ و نسل، ملک و قوم، مال و منال اور زبان و ثقافت کی بنیاد پر انسان کو ادنیٰ و اعلیٰ اور کمتر و برتر قرار دے کر ان میں فرق و امتیاز پیدا کرتا ہے۔ تاکہ استحصالی قوتیں زندہ رہیں اور انسانی حقوق پامال ہوتے رہیں۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات نے ان تمام امتیازات کا خاتمہ کر دیا۔ معلم انسانیت کی تعلیمات کی روشنی، جب اندلس اور قرطبہ یونیورسٹیوں کے ذریعے یورپ پہنچی تو وہاں کے مفکرین نے بھی ان غیر انسانی امتیازات کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جس کے نتیجے میں میگنا کارٹا، ژاں ژاک روسو کا معاہدہ عمرانی (Socio Contract) امریکہ کا دستور آزادی معرض وجود میں آئے۔ آخر کار جب جدید جاہلیت میں ان فتنوں نے دوبارہ سر اٹھایا تو عالمی ضمیر نے محسوس کیا کہ دنیا میں امن و سلامتی اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک یہ مصنوعی امتیازات ختم نہیں ہو جاتے۔ اس لیے 1948ء میں اقوام متحدہ نے بھی ان اصولوں میں سے چند اصول اپنا کر منشور بنایا جو سرور کائناتؐ کے خطبہ حجۃ الوداع جو انسانی حقوق کا اولین چارٹر ہے، کی صدائے بازگشت ہے۔ مگر اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سوائے خلافتِ راشدہ اور اسلام کے قائم کردہ اداروں کے اقوام عالم نے اپنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود ان

بنیادی انسانی حقوق کی پاسداری نہیں کی، جسے انہوں نے اپنی تہذیب وتمدن اور چارٹر کا لازمی حصہ ظاہر کیا ہوا ہے۔

آج کی فساد سے بھری زمین پر نظر ڈالیں تو یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ انسان کو دوسرے انسانوں کے بنیادی حقوق کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ یہ صرف اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔ جس نے انسان کی رہنمائی کی ہے اور اپنے جلیل القدر پیغمبروں کے ذریعے انسان کو انسانی حقوق کی آگاہی دی۔

برصغیر پاک و ہند میں مغلیہ سلطنت کے عدالتی مقدمات میں فیصلے قرآن وسنت اور فقہ کی روشنی میں کیے جاتے تھے۔ مغلوں کے زوال کے بعد 1860ء میں انڈین پینل کوڈ نافذ کیا گیا جس کے نفاذ اور تدوین کے لیے گورنر جنرل ہند نے لارڈ میکالے کی سربراہی میں ایک کمیشن تشکیل دیا تھا۔ انگلینڈ میں آج بھی اور 1860ء میں بھی قانون توہین مسیح بطور Common Law موجود تھا اور وہ انگلینڈ کے مجموعہ قوانین میں Blasphemy Act کی صورت میں موجود ہے۔ 1898ء میں دفعہ 124-A تعزیرات ہند میں شامل کی گئی جس کے تحت حکومت برطانیہ کے خلاف منافرت پھیلانے یا توہین حکومت کے جرم کی سزا عمر قید مقرر کی گئی۔ اسی سال 1898ء میں ہی ایک دفعہ 153-A کا بھی اضافہ کیا گیا جس کا متن حسب ذیل ہے۔

”جو کوئی الفاظ سے بذریعہ تقریر، تحریر، اشارات یا کسی دوسرے طریقے سے ہندوستان میں ہر مجسٹی کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں دشمنی یا منافرت کے جذبات ابھارنے یا انہیں بھڑکانے کی کوشش کرے۔ اسے دو سال قید تک سزا یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے شاتمان کے خلاف مقدمات بھی اسی دفعہ (153-A) کے تحت قائم ہوئے۔ جس میں سب سے مشہور مقدمہ ”رنگیلا رسول“ کے ناشر راج پال کے خلاف اسی جرم کے ارتکاب پر رجسٹر ہوا۔

عدالت سیشن جج سے اسے سزا دی گئی مگر ہائی کورٹ نے اسے سزا نہ دی۔ جس کے خلاف مسلمانان ہند میں

غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور ہر پلیٹ فارم سے سخت احتجاج کیا گیا تا آنکہ غازی علم دین شہیدؒ نے راج پال کو موت کے گھاٹ اتار کر اسے توہین رسالت کی سزا دی اور خود زندہ جاوید ہو گیا۔

جب برٹش گورنمنٹ نے یہ دیکھا کہ دفعہ A-153 سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہو رہے ہیں تو ان کی اشک شوئی کے لئے 1927ء میں قانون فوجداری ایکٹ انڈین پینل کوڈ میں A-295 کو شامل کیا گیا۔ وہ دفعہ یہ ہے۔

''جو کوئی عملاً اور بدنیتی سے تحریری، تقریری یا اعلانیہ طور پر ہز میجسٹی کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین یا توہین کی کوشش کرے، کہ جس سے اس کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں تو اسے دو سال تک قید، جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔''

قیام پاکستان کے بعد، 23 مارچ 1956ء کو ''ہز میجسٹی کی رعایا'' کے الفاظ کو ''پاکستان کے شہریوں'' کے الفاظ سے تبدیل کر دیا گیا۔

1961ء میں ایک ترمیمی آرڈیننس آیا۔ مگر اس دفعہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

1980ء میں دوسرے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعے A-298 کا اضافہ کیا گیا جو حسب ذیل ہے۔

''جو کوئی تحریری، تقریری، اعلانیہ، اشارتاً یا کنایتاً بالواسطہ یا بلاواسطہ امہات المومنینؓ یا کسی اہل بیتؓ یا خلفاء راشدینؓ میں سے کسی خلیفہ راشدؓ یا اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم کی بے حرمتی کرے، ان پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی کرے، اسے تین سال تک کی سزا یا سزائے تازیانہ دی جائے گی یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔''

اس دفعہ میں امہات المومنینؓ اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم کی شان میں گستاخی کو تو قابل تعزیر گردانا گیا تھا مگر خود اس مقدس ہستی صلی اللہ علیہ وسلم جن سے نسبت کی وجہ سے ان کو یہ مرتبہ حاصل ہوا، اس کی گستاخی کی کوئی سزا نہ تھی۔ جس پر سپریم کورٹ کے ایڈووکیٹ جناب اسماعیل قریشی کی جانب سے 1984ء میں شریعت کورٹ میں Petition دائر کی گئی۔ مگر شریعت کورٹ کے بارے میں یہ چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ یہ کورٹ Existing Laws یعنی موجود قوانین کے بارے میں تو غور کر سکتی ہے مگر نیا قانون بنانا ان کا نہیں بلکہ پارلیمان کا کام ہے۔

اس لیے شریعت کورٹ کے فیصلے سے قبل ہی محترم اسماعیل قریشی صاحب نے یہ قانون ڈرافٹ کرکے بطور پرائیویٹ ممبر بل محترمہ آپا نثار فاطمہ کے ذریعے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپا نثار فاطمہ کے اس بل کو پیش کرنے کے بعد حکومت کی طرف سے وزارت قانون نے 1986ء میں یہ بل قومی اسمبلی میں پیش کیا جسے بحث و تمحیص کے بعد فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ نمبر 3 سال 1986ء کی صورت میں منظور کرکے تعزیرات پاکستان میں C-295 کی صورت میں نافذ کیا گیا جس کا متن یہ ہے!

''جو کوئی عملاً، زبانی یا تحریری طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ اشارتاً یا کنایتاً محمد ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جاسکتی ہے۔''

توہین رسالتؐ کے متذکرہ بالا بل میں اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا بطور سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن اس میں عمر قید بھی رکھی گئی، جو قرآن و سنت کے منافی ہے۔ محترم اسماعیل قریشی صاحب نے اس فیصلے کے خلاف فیڈرل شریعت کورٹ میں رٹ بنام جنرل ضیاء الحق دائر کی اور جو لوگ اسے آمر کے قانون کا نام دے کر اس قانون کو ختم کرنے کی چال چل رہے ہیں۔ اُن کو علم ہونا چاہیے کہ جنرل ضیاء کے خلاف یہ مقدمہ دائر کیا گیا اور 78 کے قریب ہر مکتبہ فکر کے جید علماء کے دستخطوں کے ساتھ اس مقدمے کے دلائل فراہم کیے گئے۔ ملک کے چاروں صوبائی دارالحکومتوں میں اس مقدمے کی سماعت کی گئی اور بالآخر دستور کے آرٹیکل D-203 کے تحت فیڈرل شریعت کورٹ نے 30 اکتوبر 1990ء کو C-295 میں ترمیم کرکے عمر قید کے الفاظ حذف کردیے اور اب یہ فیصلہ پی ایل ڈی میں شائع ہوا ہے۔ (PLD-FSC-1991 Page 10)

جو قانون توہین رسالتؐ، اس وقت پاکستان میں رائج ہے، وہ درحقیقت فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے مورخہ 30 اکتوبر 1990ء کی روشنی میں اور اس اعلیٰ عدالت کی ہدایت کے مطابق ترمیم کرکے نافذ کیا گیا ہے۔

فیڈرل شریعت کورٹ کا یہ فیصلہ عدالت کے پانچ فاضل جج صاحبان جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں، نے مختلف مکاتب فکر کے چھ جید علمائے کرام (فقہاء) کی معاونت سے صادر کیا تھا۔

1۔ جناب چیف جسٹس گل محمد خاں (سابق جج لاہور ہائی کورٹ)

2۔ جناب جسٹس عبدالکریم خاں کنڈی (سابق جج پشاور ہائی کورٹ)

3۔ جناب جسٹس عبدالرزاق تھیم (سابق جج کراچی ہائی کورٹ)

4۔ جناب جسٹس عبادت یار خاں (سابق جج کراچی ہائی کورٹ)

5۔ جناب جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خاں (پی ایچ ڈی اسلامی قانون)

ملک کی ایک اعلیٰ عدالت نے لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں متعدد تاریخوں پر اس کی سماعت کی اور معاملے کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لے کر ٹھنڈے دل سے یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام پیغمبروں کی شان میں گستاخی کے کلمات ادا کرنے والے بدقسمت شخص کی سزا، سزائے موت سے کم نہیں ہے۔ اور جو کوئی عملاً زبانی یا تحریری طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ اشارتاً یا کنایتاً حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جائے گی۔ اگر وہی اعمال اور چیزیں دوسرے پیغمبروں کے متعلق کہیں جائیں وہ بھی اسی سزا کے مستوجب جرم ہوگا۔

قرآن وسنت نے حد اور تعزیری سزاؤں کے لیے چند شرائط مقرر کی ہیں:۔

اسلام نے ہی دنیا میں سب سے پہلے نیت، ارادے اور قصد یعنی Intention کو جرم کا بنیادی رکن بنایا ہے۔ دنیا کے کسی اور قانون میں نیت کو جرم کا جزو نہیں سمجھا جاتا۔ مگر اللہ اور اس کے رسولؐ نے ارادہ اور نیت کو جرم اور ہر عمل کی بنیاد بنا کر انسان کو جزا اور سزا کا مستحق قرار دیا جو دنیائے قانون وعدل میں سب سے پہلا انقلابی اقدام

ہے۔"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات " وہ مشہور حدیث ہے جو تمام حدیث وفقہ کی کتابوں میں پیشانی کے جھومر کی حیثیت سے سب سے پہلے لکھی ہوتی ہے۔ اسلام کا عادلانہ نظام اس بات پر زور دیتا ہے کہ کسی بے گناہ کو سزا نہ ملے اور کوئی مجرم سزا سے بچ نہ پائے۔

اس لئے یہ بات تحقیق سے ثابت شدہ ہے کہ یہ اقلیتوں کے خلاف نہیں بلکہ یہ Law of the Land اور ایک General Law ہے اور یہ کسی آمر کا آرڈیننس نہیں بلکہ پارلیمنٹ اور کورٹ کی ہر طرح کی مشاورت کے بعد بنایا ہوا قانون ہے۔ 1986ء سے لے کر اب تک اس قانون کے تحت 964 کیس عدالت میں پیش ہوئے ہیں۔ اس میں

479	مسلمان	340	قادیانی	119	عیسائی
14	ہندو	12	دیگر فرقے		

کے افراد ہیں۔ اور اب تک کسی مقدمے میں عدالت نے موت کی سزا نہیں سنائی۔ اس لئے یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ یہ اقلیتوں کے خلاف بنایا گیا قانون ہے یا اس کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ قوانین کے غلط استعمال کو روکنا ہم سب کا فریضہ ہے مگر غلط استعمال کی وجہ سے قانون کو ختم کرنا سب سے بڑی لاقانونیت ہے جس کا سد باب ہمارا فرض ہے اور جب بات ہمارے مرکز محبت فداہ اُمی وابی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو جن سے محبت ہمارا جزو ایمان اور ہمارا سرمایہ حیات ہے۔ یہ قانون ہمارے ایمان کا حصہ اور اس کا تحفظ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ آیئے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مفادات کے تحفظ کے لئے اپنے حصے کی شمع ضرور جلائیں۔

قانون توہین رسالتؐ قرآن کی روشنی میں

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ابولہب اور اس کی بیوی کو توہین رسالتؐ کی سزا ان آیات میں سنا کر ابدی

لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ o مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ o سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ o وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ o فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍo (اللھب ۱:۵)

ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ۔ اُس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اُس کے کسی کام نہ آیا۔ ضرور وہ شعلہ زن آگ میں ڈالا جائے گا اور (اس کے ساتھ) اُس کی جورو بھی، لگائی بجھائی کرنے والی، اُس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی۔

سورہ الکوثر میں ارشاد ہے۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ o (الکوثر:۳)

☆۔ اور بے شک تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔

اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَo

☆۔ آپ کا مذاق اڑانے والوں سے نمٹنے کے لئے ہم خود ہی کافی ہیں۔ (الحجر۱۵:۹۵)

وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِo

☆۔ اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ (سورۃ المائدہ:۶۷)

فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُo

☆۔ اللہ ان کے مقابلے میں تمہاری حمایت کے لئے کافی ہے۔ (البقرہ:۱۳۷)

1. اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (سورہ الاحزاب:۵۷)

بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی طرف سے پھٹکار ہے۔ اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا گیا ہے۔

2. ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (الانفال:۱۳)

یہ حکم قتال اس لیے دیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ اس کے لیے نہایت سخت گیر ہے۔

3. وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (التوبۃ:۶۱)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچانا چاہتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

4. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

(البقرۃ:۱۰۴)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا یعنی ہماری طرف التفات کیجئے۔ کہا کرو اور توجہ سے سنو۔ یہ کافر تو دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔

5. وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُ وْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَۃٍ مِّنْکُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَۃً بِاَنَّھُمْ کَانُوْا

مُجْرِمِیْنَ○ (سورۃ توبہ:۶۵،۶۶)

اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو (ایسی باتیں کیوں کرتے ہو) تو یہ ضرور جواب میں کہیں گے کہ ہم نے تو یونہی جی بہلانے کو ایک بات چھیڑ دی تھی اور ہنسی مذاق کرتے تھے۔ تم ان سے کہو، کیا تم اللہ کے ساتھ اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو؟

بہانے نہ بناؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے اقرار ایمان کے بعد پھر کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں تاہم ایک گروہ کو ضرور عذاب دیں گے۔ اس لیے کہ وہ اصل مجرم ہیں۔

6. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ

2. ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (الانفال:١٣)

یہ حکم قتال اس لیے دیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ؐ کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول ؐ کی مخالفت کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ اس کے لیے نہایت سخت گیر ہے۔

3. وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (التوبۃ:٦١)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچانا چاہتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

4. یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (البقرۃ:١٠٤)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا یعنی ہماری طرف التفات کیجئے۔ کہا کرو اور توجہ سے سنو۔ یہ کافر تو دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔

5. وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ○ (سورۃ توبہ:٦٥،٦٦)

اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو (ایسی باتیں کیوں کرتے ہو) تو یہ ضرور جواب میں کہیں گے کہ ہم نے تو یونہی جی بہلانے کو ایک بات چھیڑ دی تھی اور ہنسی مذاق کرتے تھے۔ تم ان سے کہو، کیا تم اللہ کے ساتھ اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو؟

بہانے نہ بناؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے اقرار ایمان کے بعد پھر کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کردیں تاہم ایک گروہ کو ضرور عذاب دیں گے۔ اس لیے کہ وہ اصل مجرم ہیں۔

6. یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

ان کے بارے میں آپ نے یہ حکم دیا کہ اگر یہ لوگ خانہ کعبہ کے پردے میں بھی لپٹ جائیں۔ تب بھی انھیں معاف نہ کیا جائے اور انھیں ہر صورت قتل کیا جائے۔ ابن خطل کو خانہ کعبہ کے پردے پکڑنے کی حالت میں ہی قتل کیا گیا۔ اسی طرح دو گستاخ رسول عورتیں سارہ اور قریبہ بھی قتل کی گئیں۔ (تاریخ طبری ص ۱۰۴) اسی طرح 3 ہجری میں کعب بن اشرف ایک گستاخ رسول کو حضرت محمد بن مسلمہؓ کی قیادت میں ایک کمانڈو آپریشن کے ذریعے جہنم واصل کیا گیا۔ (تاریخ طبری ص:۲۱۳)

1۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ایک یہودی عورت کے بارے میں بتایا کہ وہ حضورؐ کی توہین کیا کرتی تھی۔ ایک شخص نے اسے قتل کر دیا اور حضورؐ نے اس کے خون کا بدلہ قصاص و دیت کی صورت میں نہیں دلوایا۔

(سنن ابی داؤد 6/2)

2۔ ایک شاعر جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام کے ذریعے ہدف طعن تشنیع بناتا تھا، اسے قتل کر دیا گیا۔

(کتاب البخاری۔ باب المغازی صفحہ: ۵۷۶، ۵۷۷)

3۔ ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والی عورت کو قتل کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپؐ نے تحقیق کی۔ جب ثابت ہو گیا کہ وہ توہین کی مرتکب ہوتی تھی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا، کہ تم سب گواہ رہو، اس کا قتل ضائع ہو گیا، اس کا بدلہ نہیں دیا جائے گا۔ (سنن ابی داؤد)

رحمت کے ساتھ میزان عدل بھی قائم کیا۔

عمل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

1۔ روایت ہے کہ حضرت عباسؓ نے اپنے ایک غلام کو جو گستاخ رسول تھا، قتل کروا دیا۔

(حدیث:۹۷۰۳، صفحہ:۳۰۷، جلد:۵، مصنف: عبدالرزاق)

2۔ ابن وہب نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ ایک راہب نے حضورؐ کی شان میں گستاخی کی۔ جب اس کا پتہ ابن عمرؓ کو چلا تو آپؓ نے کہا کہ سامعین نے اس کو زندہ کیوں چھوڑا۔ (کتاب الشفاء قاضی عیاض)

فتویٰ امام مالک:

ابن قاسم سے روایت ہے کہ امام مالک سے ایک نصرانی کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا کہ اس دریدہ دہن نے حضورؐ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اس کو کیا سزا دی جائے۔ جس پر امام مالکؒ نے فتویٰ دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔

فتویٰ امام ابن تیمیہ:

امام ابن تیمیہ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں فتویٰ دیا ہے کہ شاتم الرسول واجب القتل ہے اور اس کی توبہ اور معافی قابل قبول نہیں (ص: ۳۴، ۴۱)

کیونکہ وہ فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی توبہ سے اس بگاڑ اور فساد کی تلافی اور ازالہ ممکن نہیں جو اس نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے۔ اور اگر توبہ کی وجہ سے سزا نہ دی جائے تو بدبخت لوگوں کا جب جی چاہے گا توہین کریں گے اور لوگوں کے سامنے جھوٹی توبہ کرکے سزا سے بچ جائیں گے۔ جس طرح دیگر مقدمات میں مجرم سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اسی طرح شاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیاوی سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اس سلسلے کی مزید تفصیلات کے لئے ماہنامہ محدث میں محترم حافظ حسن مدنی کے مضامین ملاحظہ کریں۔ جس میں انہوں نے بہت تفصیل کے ساتھ شاتم رسول کی سزا پر بحث کی ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ 193 پر اُن کا مضمون بھی ملاحظہ کریں۔

ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام ہمارا طریق زندگی ہے۔ جس کو ہم نے برضا و رغبت اختیار کیا ہے۔ اس کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے۔ جس میں

عقیدۂ توحید کے ساتھ ساتھ عقیدہ رسالت کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ کیونکہ حضور اکرمؐ کی بدولت ہی معرفت الٰہی اور دین اسلام کی پہچان ممکن ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: ''یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں بہترین نمونہ موجود ہے۔''

اسلام کی اساسی تعلیمات میں آپ کی محبت واطاعت لازم اور آپ کی نافرمانی اور اذیت دینے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضور اکرمؐ رحمت للعالمین ہیں اور آپ کی محبت وشفقت بے مثال رہی ہے۔ اس لیے آپ کو اختیار حاصل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عفوودرگزر کی مثال قائم کریں یا سختی کریں۔ مگر امت مسلمہ کے کسی فرد کو یہ حق کبھی نہیں دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کے ضمن میں معافی نامہ جاری کرسکے۔

اُمت کا مفاد اسی میں ہے کہ اس عظیم ترین محبوبِ دوجہان کی مرکزی شخصیت کے حقوق ومفادات کا دفاع کرے تاکہ معاشرے کا امن قائم رہے اور افراد کی اصلاح کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ اس مثالی شخصیتؐ کے ساتھ عقیدت ومحبت میں ذرہ برابر کمی نہ ہو۔

درِ دل مسلم مقام مصطفیٰؐ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰؐ است

مغرب روحانی اقدار سے بیگانہ ہوگیا ہے اور یہ زمانہ اپنی روح کے اعتبار سے مادے پر استوار عقلیت (Rationalism) کا شکار ہے۔ مسلمان بھی اسی مادی ماحول سے متاثر ہوکر ایمان کو اپنے جلیل القدر رب العالمین اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی روشنی میں پرکھنے کی بجائے یورپی مادی عقلیت کے میزان میں تولتے ہیں اور اپنی غیرت وخودداری سے غافل ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

عقیدۂ توحید کے ساتھ ساتھ عقیدہ رسالت کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ کیونکہ حضور اکرمؐ کی بدولت ہی معرفت الٰہی اور دین اسلام کی پہچان ممکن ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: ''یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں بہترین نمونہ موجود ہے۔''

اسلام کی اساسی تعلیمات میں آپ کی محبت واطاعت لازم اور آپ کی نافرمانی اور اذیت دینے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضور اکرمؐ رحمت للعالمین ہیں اور آپ کی محبت وشفقت بے مثال رہی ہے۔ اس لیے آپ کو اختیار حاصل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عفو ودرگزر کی مثال قائم کریں یا سختی کریں۔ مگر امت مسلمہ کے کسی فرد کو یہ حق کبھی نہیں دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کے ضمن میں معافی نامہ جاری کر سکے۔

اُمت کا مفاد اسی میں ہے کہ اس عظیم ترین محبوب دوجہان کی مرکزی شخصیت کے حقوق ومفادات کا دفاع کرے تاکہ معاشرے کا امن قائم رہے اور افراد کی اصلاح کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ اس مثالی شخصیتؐ کے ساتھ عقیدت ومحبت میں ذرہ برابر کمی نہ ہو۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیؐ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفیؐ است

مغرب روحانی اقدار سے بیگانہ ہوگیا ہے اور یہ زمانہ اپنی روح کے اعتبار سے مادے پر استوار عقلیت (Rationalism) کا شکار ہے۔ مسلمان بھی اسی مادی ماحول سے متاثر ہو کر ایمان کو اپنے جلیل القدر رب العالمین اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی روشنی میں پرکھنے کی بجائے یورپی مادی عقلیت کے میزان میں تولتے ہیں اور اپنی غیرت وخودداری سے غافل ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

غلط استعمال کا تعلق ہے تو یہ غلط استعمال تو تمام قوانین کا ہو رہا ہے۔ انگریز کے بنائے ہوئے تمام قوانین میں خرابی اور سقم موجود ہے اور انہیں غلط طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ مثلاً محض FIR کاٹنے پر ملزم کو جیل بھیج دیا جاتا ہے جبکہ اسلامی عدالتی نظام میں اس کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن وسنت کی واضح تعلیمات پر مبنی قوانین کا نفاذ کیا جائے جس میں کسی بے گناہ کو سزا نہیں مل سکتی اور گناہگار سزا سے بچ نہیں سکتا اور جن برگزیدہ ہستیوں کی بدولت یہ دنیا نیکی اور سچائی، حق پرستی وعدل وانصاف جیسی قدروں سے آشنا ہوئی۔ ان کی شان میں گستاخی کو کوئی مذہب، معاشرہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اور جب بات حضور نبی کریم ﷺ کے احترام کی ہو جو آج بھی اس گئے گزرے دور میں اُمت کو متحد رکھنے کا آخری سہارا ہے اور جن کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں:۔

یا رحمۃ للعالمین! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے زندگی اپنے شباب کو پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقصود کائنات ہیں۔ جب سے آپؐ کے مبارک چہرے پر نظر پڑی ہے۔ آپ مجھے ماں باپ سے زیادہ محبوب ہو گئے ہیں۔ آیئے اپنے محبوب دو جہاں کی ناموس کے تحفظ کے لئے زندہ و بیدار ہو جائیں اور اپنی ایمانی غیرت اور زندگی کا ثبوت دیتے ہوئے قانون توہین رسالتؐ کا تحفظ کریں۔

☆☆☆☆

توہین رسالتؐ کا مقدمہ

خرم مرادؒ اپریل 95ء کا ترجمان القرآن کا اداریہ جو آج بھی تازہ ہے

توہین رسالتؐ کا حالیہ مقدمہ معمول کے مطابق محض جرم وسزا کا ایک مقدمہ ہوتا تو کوئی بات نہ تھی۔ اگر دونوں ملزم بے گناہ تھے، یا ان کا جرم شرعی معیار شہادت کے مطابق ثابت نہ ہوسکا تھا، یا اس میں کوئی ادنیٰ سا بھی شبہ تھا، تو حق وانصاف کا تقاضا یہی تھا کہ ان کو بری کردیا جائے۔ اس حق وانصاف اور رحم ودرگزر کا جس کی تعلیم ہمیں اسی نبی کریم ﷺ نے دی ہے، جس کی توہین کا یہ مقدمہ تھا، جس نے بدترین دشمن کے ساتھ بھی عدل ورحم کا برتاؤ کیا ہے، اور ہر قیمت پر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ تو ہمارے معاہد اور برابر کے شہری تھے مگر پورے مقدمے کے دوران جس طرح اور جس پیمانے پر طاقت ور بیرونی اور اندرونی قوتیں اثر انداز ہوتی رہیں، اس نے اس مقدمے کو ایک غیر معمولی نوعیت دے دی ہے۔ اس نے توہین رسالتؐ کے معاملے کو ہمارے مقدر کا، ہمارے حال اور مستقبل کا ایک آئینہ بنادیا ہے۔ اگرچہ افسوس کی بات ہے کہ اس کی وجہ سے ملزمان کی برأت بھی مشتبہ ہوگئی ہے، جو یقیناً ان کے ساتھ ایک بے انصافی ہوئی ہے۔

اس آئینے میں وہ ساری کھلی اور چھپی صورتیں بالکل آشکار ہوگئی ہیں جو آج ہمارے مستقبل کی نقشہ گری اور ہمارے مقدر کے بنانے بگاڑنے میں کلیدی کردار ادا کررہی ہیں: اندرونی بھی اور بیرونی بھی، تہذیبی بھی اور سیاسی بھی، فکری بھی اور ابلاغی بھی۔ اس آئینے میں ہم یہ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ ہماری بربادی کے مشورے کہاں ہورہے ہیں، جنگ کا نقشہ کیا ہے، محاذ کہاں کہاں کھولے جارہے ہیں، مورچے کہاں کہاں بنائے گئے ہیں، چالیں کیا کیا چلی

جاری ہیں، دور مار توپیں کدھر کدھر سے گولہ باری کر رہی ہیں، ہتھیار کون کون سے استعمال ہو رہے ہیں، پیش قدمی کن کن راستوں سے ہو رہی ہے، اندر کون کون ایجنٹ بنے ہوئے ہیں، عزائم کیا ہیں اور اصل ہدف کیا ہے ...... اور یہ بھی کہ...... ہماری قوت کا اصل راز کیا ہے، ہم بازی کیسے پلٹ سکتے ہیں، بلکہ جیت سکتے ہیں۔

ایک چہرہ مغرب کا ہے، اس کے حکمرانوں، اہل کاروں اور سفارت کاروں اور میڈیا کے کارکاروں کا چہرہ، جو پورے مقدمے کے دوران تیز تیز چلتے، بھاگ دوڑ کرتے نظر آتے رہے۔ اب یہ کچھ ایسا ڈھکا چھپا بھی نہیں رہا۔ ذرا موقع نکلتا ہے، فوراً اوپر سے تہذیب، روشن خیالی اور انسانی ہمدردی کا چھلکا اتر جاتا ہے، اور نیچے سے وہی ۱۴۰۰ سال پرانا، مسلمان اور اسلام کی دشمنی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نفرت اور غصہ ٹپکاتا ہوا چہرہ نمودار ہو جاتا ہے۔ سیکولر اور انسانی حقوق کی علم بردار ریاستیں بالآخر محض "عیسائی" ریاستیں ثابت ہوتی ہیں جو ہر ملک میں، ملکی قوانین کے خلاف "عیسائی حقوق" کے لیے سرگرم ہو جاتی ہیں.... فلسطین ہو یا بوسنیا، کشمیر ہو یا چیچنیا، الجیریا ہو یا فرانس۔ چہرہ روشن، اندرون چنگیز سے تاریک تر، مغرب کی یہ قوتیں ہمارے ہاں تہذیبی اور سیاسی غلبہ رکھتی ہیں، ہماری قسمت کے ساتھ کھیل رہی ہیں، یہاں تک کہ اب ہمارا ایک قانون اور ہمارے دو شہریوں کے خلاف ہماری عدالت میں ایک مقدمہ بھی ان کے غلبے سے آزاد نہیں۔

ایک چہرہ مغرب کے فرزندوں کا ہے جو لارڈ میکالے کے خواب کی مکمل تعبیر ہیں "خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہم میں سے ہیں، مگر مذاق اور رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز۔" یا خلیل جبران کے الفاظ میں: "(جن کے جسم خواہ جہاں پیدا ہوئے ہوں) ان کی روحوں نے مغربی ہسپتالوں میں جنم لیا ہے۔ جو فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتے ہیں، مگر ہمارے سامنے، افرنگ کے سامنے کمزور اور گونگے ہیں۔ جو آزادی کے علمبردار ہیں، مصلح ہیں، پرجوش ہیں، مگر اپنے اسٹیجوں پر، اہل مغرب کے سامنے اطاعت کیش اور رجعت پسند ہیں"۔ یہ فرزندان مغرب توہین رسالت جیسے معاملات میں ایک سو ایک فی صد مغرب کے ہم نوا رہتے ہیں، مغرب سے بڑھ کر پیش پیش ہوتے ہیں۔

ایک چہرہ ان کا ہے جو کسی طرح بھی لارڈ میکالے کے خواب کی مکمل تعبیر نہ بن سکے، وہ اسلام اور ملت سے اپنا رشتہ کھرچ نہیں سکے، لیکن کسی نہ کسی درجہ میں افکار فرنگ کے طلسم میں گرفتار ہیں۔ ان کے مزاج کے لیے بھی یہ قبول کرنا مشکل ہوا ہے کہ توہین رسالت کی سزا موت ہو۔ وہ پوچھتے ہیں: کیا یہ سخت سزا قرآن سے ثابت ہے؟ کہیں یہ ملا کی تنگ نظری اور شدت کا شاخسانہ تو نہیں؟ جو رحمۃ للعالمین ؐ تھے اور جنہوں نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں، ان کی توہین پر ایسی سخت سزا! دنیا ہمارے بارے میں کیا کہے گی، ہمیں کیا سمجھے گی، ہم اسے کیا منہ دکھائیں گے؟

خود نگری اور مستقبل بینی کا یہ آئینہ ہمارے ہاتھوں میں اگر مسئلہ توہین رسالت ؐ کے ذریعے آیا تو بالکل بجا آیا۔ "قوم را سرمایہ قوت ازو، حفظ سر وحدت ملت ازو" اور "ما ز حکم نسبت او ملتیم"۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی ہماری قوت کا سرمایہ ہے، ہماری وحدت کا راز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہی نے ہمیں ایک ملت بنایا ہے۔ بلکہ ہمارے جسد ملی میں رسالت ہی کی جان پھونکی گئی ہے، اسی کے دم سے ہمارا دین ہے، ہمارا آئین ہے۔

"حق تعالیٰ پیکر ما آفرید، وز رسالت در تن ما جان دمید" اور "از رسالت در جہاں تکوین ما، از رسالت دین ما آئین ما"۔

مغرب کا اضطراب اور شور وغوغا قابل فہم ہے۔ اس لیے نہیں، جیسے بعض لوگ سلمان رشدی کے واقعے کے وقت سے کہہ رہے ہیں، کہ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مسلمانوں کے نزدیک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کیا ہے اور کیوں ہے؟ مغرب سے ہماری مراد سارے اہل مغرب نہیں، ان میں سے اکثر کے بارے میں یہ بات صحیح ہے۔ اور مغرب کے طلسم میں گرفتار سادہ دل مسلمانوں کے بارے میں بھی۔ اور یقیناً ان سب کو سمجھانے کی ضرورت ہے، ان کو سمجھا لینے ہی میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہے۔ مگر جو حکمران، سفارت کار، دانش ور اور میڈیا کے کارپرداز قانون توہین رسالت ؐ کے خلاف پیش پیش ہیں، وہ اسی لیے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ مسلمان ملت کی زندگی، وحدت اور قوت وتوانائی کا راز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستگی اور عشق ومحبت میں پوشیدہ ہے، اور ان کی سربلندی کا راز

بھی۔" دردل مسلم مقام مصطفیٰ است"۔

اسی لیے ہزار سال سے اوپر مدت ہوگئی، ان کے نقشہ جنگ کا ہدف یہی" مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہی ملت کا" قلب" اور" دارالحکومت" ہے اور اس کی شکست وریخت، بربادی اور اس پر قبضہ کے بغیر اس ملت کو زیر کرنے کا اور کوئی نسخہ نہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ان کے سارے حملوں کا اولین ہدف رہی ہے، اور ہے۔ اسی لیے وہ مسلسل ہر قسم کے انتہائی غلیظ وار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتے رہے ہیں۔ اسی لیے سلمان رشدی ان کی آنکھوں کا تارا ہے، یورپ کی حکومتوں کے سفارتی تعلقات اور تجارتی مفادات کے خلاف "فتویٰ" کے محور پر گھوم رہے ہیں۔ اسی لیے تسلیمہ نسرین ان کی ہیرو ہے۔ اسی لیے ہر وہ مسلمان جو شریعت مصطفویؐ کو بے وقعت کرے، جو تعلیمات محمدیؐ کو مشکوک بنائے، جو مقام مصطفویؐ کو مجروح کرے، وہ انھیں محبوب ہے۔

اسی لیے حالیہ مقدمے میں دو افراد کے خلاف مقدمہ دائر ہوتے ہی، بیرونی ذرائع ابلاغ اور سفارت کار حرکت میں آگئے اور یہ واقعہ عالمی شہرت کا حامل بن گیا۔ ان سب کا ہدف ملزموں کی بے گناہی ثابت کرنا نہیں، توہین رسالتؐ کے قانون کی تنسیخ رہا ہے۔ آل انڈیا ریڈیو، بی بی سی، وائس آف امریکا، اخبارات، جرائد میں نشریات، مضامین اور خبروں کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ بیرونی لابیوں کے ساتھ پاکستان کا ہیومن رائٹس کمیشن بھی متحرک ہوگیا۔ امریکہ میں پاکستانی سفیر، ملیحہ لودھی کو جرا توالہ گئیں اور عدالت پر ضمانت کے لیے زور ڈالا۔ امریکی نائب وزیر خارجہ رابن رافیل نومبر ۱۹۹۳ء میں اسلام آباد آئیں اور وزیر اعظم پاکستان کے ساتھ مذاکرات کے دوران اس کیس کو اٹھایا، اور سیکرٹری خارجہ نے انھیں یقین دلایا کہ ملزموں کو ضمانت پر رہا کردیا جائے گا۔ وزیر اعظم نے اس مقدمے میں ذاتی دلچسپی لی، سزا ہوئی تو انھیں سخت دکھ ہوا۔ اپریل ۹۴ء میں مرکزی کابینہ نے ان کی صدارت میں گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موت کی سزا کو دس سال قید کی سزا میں تبدیل کرنے کا

فیصلہ کیا۔ یہ تو عوامی ردعمل کا خوف ہے جو اب تک ایسے کسی اقدام سے روکے ہوئے ہے۔ پھر جب ملزموں کو سیشن کورٹ سے سزا ہوگئی تو سارے بین الاقوامی سفارتی اور ابلاغی ذرائع نے نفرت انگیز پروپیگنڈے اور حکومت پر دباؤ ڈالنے کی مہم تیز تر کردی۔ برطانوی ڈپٹی ہائی کمشنر ملزمان سے ملاقات کے لیے جیل پہنچ گئے۔ لاہور ہائی کورٹ کے ایک بنچ نے جو دو عارضی ججوں پر مشتمل تھا، مسلسل روزانہ اپیل کی سماعت شروع کردی۔ بالآخر ملزمان رہا ہوگئے اور راتوں رات ان کو جرمنی روانہ کردیا گیا۔

ہم اقلیتوں کو یہی یقین دہانی کرتے رہے ہیں کہ قانون توہین رسالتؐ کے بعد فیصلے عدالت کرے گی اور لوگ قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے، عدالتوں کے فیصلے تسلیم کیے بغیر کوئی مہذب اور پر امن معاشرہ قائم بھی نہیں ہوسکتا...... اور ہمیں امید ہے کہ ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا ہوگا...... لیکن اس مسلسل بین الاقوامی اور حکومتی دباؤ اور عدالتی کارروائی میں حیرت انگیز سرعت نے پورے فیصلہ کو مشکوک بنادیا ہے۔ اس دباؤ کے آگے اس دباؤ کی کیا حیثیت اور کیا وزن جو عدالتی کارروائی کے دوران اور فیصلہ کے بعد عوام نے لاہور کی سڑکوں پر نکل کر ڈالا۔ ہر تجزیہ نگار، پورا پس منظر جان بوجھ کر نظر انداز کرکے، سارا زور عوامی احتجاج کی مذمت کرنے میں لگاتا ہے۔ ہم بھی کسی عدالت پر اس طرح عوامی دباؤ ڈالنے کو صحیح نہیں سمجھتے۔ لیکن لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ دوسری طرف سے وہ لوگ زبردست دباؤ ڈال رہے ہیں، جن کی مٹھی میں حکمرانوں کے اقتدار کی کنجی ہے۔ ڈالر ہیں، دہشت گرد قرار دینے کی لاٹھی ہے، امریکہ کے دورہ کا اعزاز ہے تو پھر وہ اتنا بھی نہ کرتے تو کیا کرتے۔

تہذیب کے دعووں کے ساتھ اب مغرب کے لیے قرون وسطیٰ کی طرح دشنام طرازیاں تو ممکن نہیں، ان کی جگہ آج کے رائج الفاظ کے پردہ میں توہین رسالت کے قانون پر حملہ ہو رہا ہے۔ جو انسانی اور بنیادی حقوق کے خلاف ہے، مذہبی آزادی کے خلاف ہے، اظہار رائے کی آزادی کے خلاف ہے، اقلیتوں کے خلاف تعصب اور امتیاز پر مبنی ہے، اقلیتی فرقوں کے سر پر ننگی تلوار لٹکادی گئی ہے، فرقہ واریت اور ذاتی عناد کی بنا پر غلط استعمال ہو رہا ہے۔ اس سے ملاّکا، بنیاد پرستی

کا مذہبی جنون کا، تنگ نظری کا زور بڑھ گیا ہے، تشدد کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

توہین رسالتؐ کے لیے سزا، اس مقصد کے لیے رائج الوقت قانون، اس کا استعمال اور اس بارے میں خدشات کو حالیہ مقدمے سے الگ کرکے دیکھا جائے، تب ہی ایک منصف مزاج آدمی اس قانون کے خلاف سارے مباحث میں کسی صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے۔

بنیادی اور اولین سوال یہ ہے کہ کیا توہین رسالتؐ کوئی جرم نہیں ہے، اور جرم ہے بھی تو کیا اس پر کوئی سزا نہیں ہونی چاہیے؟ رسالتؐ تو بڑی چیز ہے، دنیا بھر میں ہمیشہ سے کسی بھی انسان کی عزت و آبرو کو نقصان پہنچانا تحریرا ہو یا زبانی، ایک جرم قرار دیا گیا ہے، اور ہتک عزت کے جرم کے لیے سزا کا قانون موجود رہا ہے۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں آیا کہ کسی دوسرے انسان کی بے عزتی کرنا، توہین کرنا، ایک انسان کا انسانی اور بنیادی حق ہو سکتا ہے اور اس پر سزا دی جائے تو اس حق کی خلاف ورزی ہوگی۔ آج مغرب میں بھی یہی تصور اور یہی قانون ہے۔ ہاں، یہ بات ضرور ہے کہ مغربی قوانین کے تحت جس کی ہتک عزت ہوئی ہو وہ خود ہی مدعی بن سکتا ہے۔ گویا، کیونکہ رسول، یا کوئی بھی دنیا سے گزرا ہوا آدمی، اب خود مدعی نہیں بن سکتا اس لیے اس کی جتنی توہین کرلی جائے، یہ جرم قابل سزا نہیں ہو سکتا۔ سلمان رشدی کے معاملے میں مغرب نے مسلمانوں کے خلاف اسی دلیل کا سہارا لیا۔

لیکن اس سے زیادہ بودی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟ جب ایک عام آدمی کی ہتک عزت بھی قابل تعزیر جرم ہو، تو اس شخص کی ہتک عزت کیوں نہ ہو جو کروڑوں کو اپنی جان و مال ہی نہیں، اپنی ذات سے بڑھ کر محبوب ہے، جس کی عزت اور نام سے ان کی عزت اور نام وابستہ ہے، جس کی توہین سے ان کی ذات کی، ان کے نام کی، ان کی اپنی عزت، ان کے دین کی، ان کے آئین کی، ان کی ملت کی توہین ہوتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو ہر مسلمان کے لیے یہی ہے۔ اس کی آبرو آپ ﷺ کے نام سے ہے: "آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است"۔ وہ مسلمان

نہیں ہو سکتا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی جان، مال، والدین، دنیا کی ہر چیز، یہاں تک کہ اپنے نفس اور ذات سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین (بخاری ومسلم)

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا اس جرم کے لیے موت کی سزا بہت سخت اور احترام آدمیت کے خلاف ہے؟ اگر اعتراض فی نفسہ موت کی سزا پر ہے کہ یہ وحشیانہ ہے، تو وہ زمانہ گزر گیا جب تہذیب کے جوش میں موت کی سزا کو بالکل منسوخ کرنے کی ہوا چلی تھی۔ اب تو انتہائی "مہذب" اور "انسان دوست" ہونے کے دعویدار ملکوں میں، ایک کے بعد ایک، یہ سزا بحال کی جا رہی ہے، بلکہ ہر ملک میں جہاں یہ سزا ختم کی گئی، وہاں کی بھاری اکثریت موت کی سزا کی بحالی کے حق میں ہے۔ نہ صرف موت کی سزا، بلکہ جسمانی سزا کے حق میں بھی۔ جب سنگاپور میں ایک امریکن کو ۶ بید مارنے کی سزا دی گئی تو حکومت اور چند طبقات کی مخالفت کے باوجود امریکیوں کی اکثریت نے اس سزا کی حمایت کی۔ مغرب میں بھی اس قسم کے جرم پر سخت سزاؤں کے قوانین موجود ہیں، اور پہلے تو زندہ جلایا جاتا رہا ہے۔

اگر اعتراض یہ ہو کہ یہ سزا جرم کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہے، تو اس جرم کی نوعیت کا فیصلہ تو وہی کر سکتے ہیں جن کو اور جن کے پورے معاشرے کو اس جرم سے نقصان پہنچ رہا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار، اخلاق، صداقت، امانت، عدالت کو مجروح کرنا دراصل دین، ایمان، آئین، ریاست اور پوری امت مسلمہ، سب کو مجروح کرنا ہے۔ مسلمان ہی اس معاملہ میں مناسب قانون سازی کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ان کی مقننہ نے یہی سزا مناسب سمجھ کر یہ قانون منظور کیا ہے، ان کی اعلیٰ عدالتوں نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ یہ ایک جمہوری طریقے سے طے کردہ قانون ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر عمر قید کی سزا موت کی سزا سے زیادہ وحشیانہ اور ظالمانہ سزا ہے، لیکن کوئی پارلیمنٹ یا کانگریس اپنی حدود میں یہ سزا دینے کا قانون بنائے، تو ہم اس کا فیصلہ کیسے بدلوا سکتے ہیں؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ قانون عیسائی اور ہندو جیسے اقلیتی فرقوں کے تعصب و امتیاز پر مبنی ہے، ان کو کچلنے، دبانے اور حقوق سے محروم کرنے کے لیے بنایا گیا ہے، گویا ان کے سروں پر ننگی تلوار لٹکا دی گئی ہے؟

جہاں تک قانون کا تعلق ہے، اس میں ایک حرف اور ایک نقطہ بھی ایسا نہیں بتایا جاسکتا جو اقلیتی فرقوں کے خلاف ہو یا ان کا کوئی حق سلب کرتا ہو۔ اس کا اطلاق کسی نام نہاد مسلمان پر اسی طرح ہوگا جس طرح غیر مسلم پر۔ تعصب وامتیاز کی بات اس وقت صحیح ہوسکتی ہے جب یہ گمان کیا جائے کہ اقلیتی فرقوں کی باقاعدہ نیت یا پروگرام ہے کہ وہ توہین رسالت کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کا ایسا کوئی ارادہ یا منصوبہ نہیں، اگرچہ باہر والے ان سے یہ حرکت کرواکے انہیں اپنے مسلمان بھائیوں سے لڑانے اور انہیں پاکستان میں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے منصوبے رکھتے ہیں۔ اگر اعتراض کی بنیاد یہ ہو کہ اس میں دوسرے مذاہب کے پیغمبروں کی توہین کو شامل نہیں کیا گیا ہے، تو یہ اعتراض بجا ہے اور اسے، اسلامی نظریاتی کونسل اور شریعت کورٹ کی سفارش کے مطابق، دور کیا جانا چاہیے۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ کیا یہ قانون اس لیے منسوخ کردیا جائے کہ ذاتی عناد یا فرقہ واریت کی خاطر اس کا غلط استعمال ہوا ہے، یا خدشہ ہے کہ ہوسکتا ہے۔

اگر خود قانون میں کوئی ایسی خامی ہے، خلا ہے، ابہام ہے، جو غلط استعمال کا ذریعہ بن سکتا ہے، تو ہماری رائے میں ایسی ہر خامی کو دور کیا جانا چاہیے، اور ممکنہ استعمال کے خلاف ہر ممکن تحفظ فراہم کرنا چاہیے۔ یہ ایسا معاملہ نہیں جو باہمی گفت وشنید سے حل نہ کیا جاسکتا ہو۔ ہمیں صرف مقام رسالت کا تحفظ مطلوب ہے، بے گناہ لوگوں کو توہین رسالتؐ کے نام پر سزا دلوانا تو خود توہین رسالتؐ کے زمرہ میں آسکتا ہے۔

لیکن اگر غلط استعمال کسی فرد یا پولیس کے غلط کردار کی وجہ سے ہے، تو اس کا علاج منسوخی نہیں۔ اس وجہ سے تو ہر قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ قیام امن کے، انسداد دہشت گردی کے، لوٹ کھسوٹ اور بدعنوانیوں کی روک تھام کے قوانین حکومتیں بیدردی کے ساتھ اپنے سیاسی مخالفین کو کچلنے کے لیے استعمال کررہی ہیں، کیا ان سب کو منسوخ کردیا جائے؟ قتل کے قانون کے تحت پولیس اور بااثر لوگ بے گناہوں کو پھانستے ہیں، ان کو لوٹا جاتا ہے، بعض پھانسی پر بھی چڑھ جاتے ہیں، کیا ان کو بھی منسوخ کردیا جائے؟ کوئی معقول آدمی یہ بات نہیں

کیے گا۔ذاتی عناد کی بنا پر بھی ملک میں بے شمار مقدمات کھڑے کیے جاتے ہیں۔اس ظلم کا کوئی خصوصی تعلق اقلیتی فرقوں سے نہیں۔

الرسولؐ، اور ۳۔ابن بدین شامی کی تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام کا مطالعہ کافی ہوگا۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ رحمت للعالمین نے تو گالیاں سن کر، پتھر کھا کر، دعا دی، اب ان کو گالی دینے والے کو موت کی سزا دی جائے؟ ایسے لوگ رحمت کے مفہوم سے آگاہ نہیں۔رحمت کا تقاضا جہاں عفو و درگزر ہے، وہاں انصاف بھی ہے۔رحمت للعالمینؐ نے واقعہ افک میں قذف کے مرتکبین کو کوڑے لگوائے، زنا کے مجرموں سنگسار کرایا، مسلح لشکر لے کر نکلے جس نے بدر کے میدان میں ۷۰ سرداران قریش کو تہ تیغ کر دیا، فتح مکہ کے دن جب ہر جانی دشمن کو معافی مرحمت فرما دی گئی، چھ مرتدین اور شاتمین کے قتل کا حکم صادر ہوا۔آپ ﷺ یہ نہ کرتے تو فساد مچتا، اور زیادہ ظلم برپا ہوتا۔آپ ﷺ نے کوئی حکم اپنی ذات کی خاطر نہیں دیا، دین اور ملت کے تحفظ کی خاطر دیا۔جب رسالت ہی ایمان کی، دین کی، ملت کی بنیاد ہے، اس کی زندگی کی ضمانت ہے، تو توہین رسالتؐ کے مجرم کو سزا دینا عین رحمت کا تقاضا تھا۔اسی لیے یوم قیامت کو۔۔۔۔جس دن نیکو کاروں کو انعام سے نوازا جائے گا، مگر بدکار جہنم میں جھونکے جائیں گے۔۔۔۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت، رحمانیت اور رحیمیت کا دن قرار دیا ہے۔(الفاتحہ، الانعام)

موت کی سزا کا قانون کچھ فقہا و علما، ملاؤں اور جنونیوں ہی کا ''جرم'' نہیں، اچھے اچھے مغربی تعلیم یافتہ لوگ، جنھوں نے روح اسلام کو ضائع نہ کیا اور مقام محمدی ﷺ سے آگاہ رہے، اس ''مذہبی جنون'' کے جرم میں شریک رہے ہیں۔علم الدینؒ شہید نے، قانون اپنے ہاتھ میں لے کر، راج پال کو قتل کیا تو اس کے مقدمہ کی پیروی قائداعظم نے کی، علامہ اقبال نے رشک کے ساتھ کہا کہ ''یہ لونڈا ہم سب پر بازی لے گیا'' اسے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا، اور یہ شعر بھی کہا:

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے جن کا خون حرم سے بڑھ کر

اسی جرم میں ایک خانساماں نے ایک انگریز میجر کی بیوی کا کام تمام کر دیا۔ میاں سر محمد شفیع نے، جو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن بھی تھے، اس کے مقدمہ کی پیروی کی۔ دوران بحث ان کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے۔ ہائی کورٹ کے انگریز ججوں نے حیرت سے پوچھا: "سر شفیع، کیا آپ جیسے ٹھنڈے دل و دماغ کا بلند پایہ وکیل بھی اس طرح جذباتی ہو سکتا ہے؟" سر شفیع نے جواب دیا: "جناب، آپ کو نہیں معلوم، ایک مسلمان کو اپنے پیغمبر کی ذات سے کتنی گہری عقیدت اور محبت ہوتی ہے۔ سر شفیع بھی اگر اس وقت وہاں ہوتا تو وہ بھی یہی کر گزرتا جو اس ملزم نے کیا ہے۔"

ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے بعض مسیحی بھائیوں نے اس قانون کے معاملہ میں حق پسندانہ اور معتدل مسلک اختیار کیا ہے۔ بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر، آنجہانی بشیر مسیح کے الفاظ ایسے ہی موقف کے آئینہ دار ہیں: "ہم اس (قانون) کے خلاف نہیں۔ کوئی بھی سچا مسیحی توہین رسالت کا تصور نہیں کر سکتا، اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر واقعی کوئی اس قبیح جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ موت سے بھی سخت سزا کا حق دار ہے۔ لیکن یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کسی بے گناہ کو اس قانون کا نشانہ بنایا جائے گا" (عالم اسلام اور عیسائیت، ج ۳، ش ۶، جون ۱۹۹۴ء، ص ۳)۔ اسی طرح ماہنامہ کلام حق میں پادری ڈاکٹر کے ایل ناصر کے صاحبزادہ میجر ٹی ناصر کے الفاظ ہیں: "ہم مسیحی تو تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔ سی یعنی گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی (سزا) کے مخالف نہیں۔ ہم صرف یہ درخواست کرتے ہیں کہ ایک خصوصی کمیشن بنایا جائے۔ غیر جانبدارانہ تحقیقات کریں اور اگر ملزم واقعی مجرم ہو تو اس کو قانون کے مطابق سزا دی جائے، ورنہ بصورت دیگر رہا کر دیا جائے۔ مقدمہ بھی خصوصی عدالت میں چلایا جائے، اور ملزم کو تمام قانونی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں، تا کہ اقلیتوں، خاص طور پر مسیحی اقلیت کو تحفظ و انصاف کا احساس ہو" (ایضاً ۲۵)۔ یہ مطالبات یقیناً بجا ہیں۔

لیکن ہمیں افسوس ہے کہ مسیحی لیڈروں کی اکثریت، سوچے سمجھے بغیر اس قانون کی اندھی مخالفت پر تل گئی

ہے۔ اس طرح وہ ایک طرف مغربی سامراجی طاقتوں کے آلہ کار بھی بن رہے ہیں، دوسری طرف پاکستان میں اسلام دشمن اور سیکولر عناصر کے دوش بدوش کھڑے ہو گئے ہیں۔ ہم ان کی خدمت میں ادب سے عرض کریں گے کہ اگر ان کے پیش نظر اس قانون کے بارے میں خدشات کے خلاف ضروری تحفظات حاصل کرنا ہے، بلکہ پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے پاکستان میں اپنا جائز مقام حاصل کرنا ہے، تو انھوں نے غلط راستہ اختیار کیا ہے۔ نہ بیرونی طاقتوں کی مداخلت سے انھیں یہ حاصل ہو سکتا ہے، نہ سیکولر عناصر کی مدد سے، اگرچہ وہ اقتدار میں آ جائیں۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ وہ محب اسلام ممتاز شہریوں اور حق پسند علما اور دینی جماعتوں سے گفت و شنید کا آغاز کریں، انھیں اپنے خدشات سے آگاہ کریں، ممکن ہو تو ایک مشترک مسلم کرسچن کونسل تشکیل دیں، مسلمانوں پر زور دیں کہ وہ خاص طور پر اس قانون کے ضمن میں اسلام کے قانون عدل و شہادت کے تقاضوں کی تکمیل یقینی بنائیں، وہ ترمیمات کرانے میں ان کی مدد کریں جو قانون کو بے اثر بنائے بغیر کی جا سکتی ہیں، اور ان کے ساتھ انھی خطوط پر معاملہ کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ اختیار کیے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس طرح دونوں کے تعلقات بھی خوشگوار ہو جائیں گے، ان کے مسائل کا حل بھی خوش اسلوبی سے نکل آئے گا۔

شاید انھیں اسلام کے قانون عدل کے ان تقاضوں کا علم نہیں، جن کا نفاذ ان کے خدشات کے ازالہ کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔

۱۔ حد کی سزا حکومت دے سکتی ہے، کسی مسلمان کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کا اختیار نہیں۔ جب منظور مسیح کو قتل کیا گیا تو ہم نے آگے بڑھ کر ترجمان کے صفحات میں اس کی مذمت کی۔

۲۔ عدالت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ گواہوں کی مناسب جانچ پڑتال کرے۔ اس لیے کہ "حد کی سزا میں شہادت کا معیار عام شہادت کے معیار سے بہت زیادہ سخت اور غیر معمولی ہے..... ایسے گواہوں کی شہادت قبول ہوتی ہے جو گناہ کبیرہ سے اجتناب کرتے ہوں، صادق القول اور عادل ہوں اور مزید برآں

تزکیۃ الشہود کے معیار پر بھی پورا اترتے ہوں۔ (محمد اسماعیل قریشی، ص ۳۶۶)

۳۔ جرم ثابت ہونے میں ایک شبہ بھی رہ جائے تو "شک کا فائدہ بھی اسلامی قانون کی رو سے ملزم کو پہنچتا ہے
...... حدیث مبارک میں ادرؤا الحدود بالشبہات،
حدود کی سزاؤں کو شبہات کی بنا پر ختم کردو۔" (ایضاً، ص ۳۶۷)

۴۔ عدالت ملزم کی نیت کا تعین بھی کرے گی، کیونکہ "نیت کے بغیر اسلامی قانون میں کوئی جرم مستوجب سزا نہیں ہوتا۔" (ایضاً، ص ۳۶۷)

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی اسلامی قانون کا ایک بنیادی اصول ہے کہ "ایک مجرم کو بری کردینے کی غلطی ایک بے گناہ کو سزا دینے کی غلطی سے بہتر ہے۔" (سنن البیہقی، ج ۸، ص ۱۸۴)

بجائے اس کے کہ ہمارے مسیحی بھائی پاکستان کی سیکولر حکومت کے وعدوں پر جییں، باہر کی مسیحی طاقتوں سے آس لگائیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ مسلمان، عیسائی، ہندو مل کر ایک متفقہ ترمیمی بل حکومت اور اسمبلی کے سامنے پیش کردیں، جو اسلامی قانون کے مطابق بھی ہو اور اقلیتوں کے لیے انصاف اور تحفظ کا ضامن بھی۔ ہماری رائے میں علما اور دینی جماعتوں کو اس مقصد کے لیے عیسائی رہنماؤں سے ڈائیلاگ شروع کرنا چاہیے۔

حالیہ قضیہ نے جو آئینہ ہمیں دیا ہے، اس میں مسلم ملت کی قوت کا اصل سرچشمہ بھی عیاں ہو رہا ہے۔ یہ سرچشمہ وہی ہے جس کے پیچھے ہمارے دشمن ۱۴۰۰ سال سے آج تک لگے ہوئے ہیں۔ ہماری قوت و توانائی کا سامان وہ ڈالر، وہ اسلحہ، وہ قرض اور امداد، وہ نسخے کیسے کرسکتے ہیں، جو ہمارے دشمن خود ہمیں فراہم کررہے ہیں۔ یہ سرچشمہ تو روز اول سے دل مسلم میں مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور ملت کی پوری زندگی میں اتباع اور اطاعت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ہمیں اسی چشمہ سے سیراب ہونے میں لگ جانا چاہیے۔

آج تاریخ کا اسٹیج اسلام اور مغرب کے درمیان معرکہ کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ بظاہر ہمارا اور مغرب کا کیا

مقابلہ۔ نہ ہمارے پاس اسلحہ، نہ ٹیکنالوجی، نہ معاشی ترقی، نہ ایجاد، نہ لیڈرشپ، نہ منزل، نہ مقصد۔ لیکن ان میں سے ہر چیز ہمیں حاصل ہو جائے گی اگر ہم قوت اور توانائی کے اس سرچشمہ تک پہنچ جائیں۔

کیمیا پیدا کن از مشت گلے　　　بوسہ زن بر آستان کاملے

دل ز عشق او توانا می شود　　　خاک ہم دوش ثریا می شود

انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے پر سر رکھ کے بوسہ دینے ہی سے ہماری مشت خاک سونے کا ہمالہ بنے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے ہی ہمارے دل توانا ہوں گے، ہماری ترقی آسمان سے باتیں کرنے لگے گی۔

اس سے زیادہ فریب انگریز مغالطہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ "ترقی پسند" بننا ہے یا "بنیاد پرست"۔ ہمیں نہیں معلوم بنیاد پرست کے کیا معنی ہیں؟ لیکن ہماری بنیاد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے۔ ہم، جو اس بنیاد کے ناطے "بنیاد پرست" ہیں، سب سے بڑھ کر ترقی پسند ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ امریکہ کی انگلی پکڑ کر چلے تو ترقی نہیں موت اور ذلت کا گڑھا ہمارا مقدر ہے اس راہ کو چھوڑ کر چلنے والے "ترقی یافتہ" مسلمان ممالک کے ڈھانچے ہمارے سامنے بہت موجود ہیں۔

کشودم پردہ را از روئے تقدیر　　　مشو نا امید و راہ مصطفیٰ گیر

مقام خویش اگر خواہی دریں دیر　　　بحق دل بند و راہ مصطفیٰ رو

کاش ہم تقدیر کے اس راز کو پا لیتے، مستقبل بنانے کی وہ راہ پکڑ لیتے جو ترقی اور عروج کی ضامن ہے، اور دنیا میں اپنا وہ مقام بنا لیتے جو ہمارا مقدر ہے۔ وہ راہ، راہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی نہیں۔

دامنش از دست دادن موت است۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہاتھ سے چھوٹنا پروانہ موت ہے۔ آج کل مسلمان ہر جگہ، خصوصاً وطن عزیز پاکستان میں، زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ لوگ پوچھتے ہیں، علاج کیا ہے، حل کیا؟ علاج اور حل تو ایک ہی ہے۔ پہلے بھی، قوم زندگی از دم او یافت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دم سے ہی زندگی ملی تھی، اور آج بھی سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کے، آپ ﷺ کا مشن پورا کرنے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلنے ہی سے ملے گا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

بشکریہ

ترجمان القرآن

اپریل 1995ء

احادیث میں توہین رسالتؐ کے واقعات

حافظ حسن مدنی

ان دنوں اہانت رسول ﷺ پر دنیا بھر میں ایک ہنگامہ برپا ہے، اور عالم کفر اظہار رائے کی آزادی کے نام پر یہ 'حق' چھینے پر تلا بیٹھا ہے کہ وہ دنیا کی مقدس و متبرک ترین شخصیت کی من مانی توہین کی اجازت حاصل کرے۔ اس مسئلہ کی دیگر تفصیلات سے قطع نظر ذیل میں ان احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے جن میں دور نبویؐ میں توہین رسالتؐ کرنے والوں کے واقعات درج ہیں کہ رحمۃ للعالمینؐ نے ایسے گستاخان کے ساتھ خود کیا سلوک روا رکھا؟ یہ احادیث جہاں ایک مسلمان کے ایمان و ایقان کو تازہ کرتی ہیں، وہاں اسلام کے اہانت انبیا پر غیر متزلزل موقف کی بھی عکاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اپنے نبیؐ کے حقوق پورے کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابَهُ جُلِدَ (الصارم المسلول، ص ۹۲)

''جس نے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے کسی صحابی کو گالی دی، اسے کوڑے مارے جائیں گے۔'' (احکام اہل الذمۃ لابن قیم ۲۷۵/۱)

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''اگر اس حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ نبی کریمؐ کو گالی دینے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کیا جائے گا، نیز یہ کہ قتل اس کے لئے حد شرعی ہے۔''

اس سلسلے میں مختلف صحابہ کرامؓ کے فرامین حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوبکرؓ کا فرمان ہے:

لا واللہ ما کانت لبشر بعد محمد ﷺ (سنن ابوداود: ۴۳۶۳ صحیح) مختصراً

""اپنی توہین کرنیوالے کو قتل کروا دینا محمدؐ کے علاوہ کسی کے لئے روا نہیں ہے۔"

حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا کہ وہ نبی ؐ کو برا بھلا کہتا تھا تو فرمایا:

من سبّ اللہ أو سبّ أحدا من الأنبیاء فاقتلوه (الصارم المسلول:ص ۴۱۹)

""جس نے اللہ کو یا انبیائے کرامؑ میں سے کسی کو گالی دی تو اسے قتل کر دیا جائے۔"

حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ ""جس نے رسول اللہ ؐ کی توہین کی، اس کی گردن ماردی جائے۔"

(مصنف عبدالرزاق: ج ۵، ص ۳۰۸)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے:

أَيُّمَا مُسْلِمٍ سَبَّ اللهَ وَرَسُولَهُ أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَدْ كَذَّبَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَهِيَ رِدَّةٌ يُسْتَتَابُ فَإِنْ رَجَعَ وَإِلَّا قُتِلَ وَأَيُّمَا مُعَاهِدٍ عَانَدَ فَسَبَّ اللهَ أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَوْ جَهَرَ بِهِ فَقَدْ نَقَضَ الْعَهْدَ فَاقْتُلُوهُ (زاد المعاد ۵/۶۰)

""جس مسلمان نے اللہ یا اس کے رسول یا انبیا میں سے کسی کو گالی دی، اس نے اللہ کے رسول ﷺ کی تکذیب کی، وہ مرتد سمجھا جائے گا اور اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر وہ رجوع کرلے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا اور جو معاہدہ کرنے والا شخص خفیہ یا اعلانیہ، اللہ یا کسی نبی کو برا کہے تو اس نے وعدے کو توڑ دیا، اس لئے اسے قتل کر دو۔"

اسی حوالے سے دورِ نبویؐ کے واقعات اور ان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ردِ عمل ملاحظہ فرمائیں:

واقعہ کعب بن اشرف:

عَنْ جَابِرٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ؟ ٥ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ يَا رَسُولَ اللهِ! أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ ٥ نَعَم. قَالَ: إِئْذَنْ لِي فَلأَقُلْ، قَالَ: قُلْ، فَأَتَاهُ فَقَالَ لَهُ وَ ذَكَرَ مَابَيْنَهُمَا، وَقَالَ: إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ أَرَادَ صَدَقَةً وَ قَدْ عَنَّانَا،

فَلَمَّا سَمِعَهُ، قَالَ: وَأَيْضًا، وَاللهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ: إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ الْآنَ، وَنَكْرَهُ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ أَمْرُهُ، قَالَ: وَقَدْ أَرَدْتُ أَنْ تُسْلِفَنِي سَلَفًا قَالَ فَمَا تَرْهَنُنِي قَالَ: مَا تُرِيدُ قَالَ: تَرْهَنُنِي نِسَائَكُمْ. قَالَ: أَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ أَنَرْهَنُكَ نِسَائَنَا قَالَ لَهُ: تَرْهَنُونِي أَوْلَادَكُمْ. قَالَ يُسَبُّ ابْنُ أَحَدِنَا، فَيُقَالُ: رُهِنَ فِي وَسْقٍ مِنْ تَمْرٍ وَلٰكِنْ نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ . يَعْنِي السِّلَاحَ. قَالَ: نَعَمْ. وَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ بِالْحَارِثِ وَأَبِي عَبْسِ بْنِ حَبِيبٍ وَ عَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ قَالَ: فَجَاءُوا فَدَعَوهُ لَيْلًا فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ غَيْرُ عَمْرٍو : قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: إِنِّي لَأَسْمَعُ صَوْتًا، كَأَنَّهُ صَوْتُ دَمٍ قَالَ: إِنَّمَا هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيعُهُ وَأَبُو نَائِلَةَ، إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ لَيْلًا لَأَجَابَ، قَالَ مُحَمَّدٌ: إِنِّي إِذَا جَاءَ فَسَوْفَ أَمُدُّ يَدِي إِلَى رَأْسِهِ. فَإِذَا اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَدُونَكُمْ، قَالَ: فَلَمَّا نَزَلَ، نَزَلَ وَهُوَ مُتَوَشِّحٌ فَقَالُوا نَجِدُ مِنْكَ رِيحَ الطِّيبِ، قَالَ: نَعَمْ، تَحْتِي فُلَانَةُ، هِيَ أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ قَالَ: فَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشُمَّ مِنْهُ. قَالَ: نَعَمْ، فَشُمَّ فَتَنَاوَلَ فَشَمَّ ثُمَّ قَالَ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَعُودَ قَالَ: فَاسْتَمْكَنَ مِنْ رَأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: دُونَكُمْ. قَالَ فَقَتَلُوهُ (صحیح مسلم ۱۸۰۱، بخاری ۴۰۳۷)

”حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے میں اس سے کچھ بات کروں (یعنی میں اس سے مصلحت کے مطابق باتیں کروں، جن سے آپ کی برائی تو ہوگی، لیکن اس سے وہ میرا اعتبار کرلے گا) آپؐ نے فرمایا کہہ! (جو مصلحت ہو)۔ وہ کعب کے پاس آئے، اس سے

باتیں کیں، اپنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بیان کیا اور کہا کہ اس شخص (یعنی رسول اللہؐ) نے صدقہ لینے کا ارادہ کیا ہے اور ہمیں تکلیف میں ڈال دیا ہے۔ جب کعب نے یہ سنا تو کہنے لگا: بخدا ابھی تم کو اور تکلیف ہوگی۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا: اب تو ہم نے اس کی اتباع کر لی ہے اور اس کو اس وقت تک چھوڑنا نامناسب معلوم ہوتا ہے، جب تک اس کا انجام نہ دیکھ لیں۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے ایک وسق یا دو وسق قرض دے دو۔ کعب نے کہا: تم کیا چیز گروی رکھو گے؟ محمد بن مسلمہ نے پوچھا: تو کیا چاہتا ہے؟ کعب نے کہا: تم اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا: تم تو عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت ہو، ہم اپنی عورتیں کیونکر تیرے پاس گروی رکھ دیں؟ کعب نے کہا: اچھا! اپنی اولاد گروی رکھ دو۔ محمد نے کہا: ہمارے بیٹے کو لوگ طعنہ دیں گے کہ کھجور کے ایک وسق کے لئے گروی رکھا گیا تھا۔ البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس گروی رکھ دیں گے۔ کعب نے کہا: ٹھیک ہے! پھر محمد بن مسلمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ میں حارث (بن اوس)، ابوعبس بن جبیب اور عباد بن بشر کو لے کر آؤں گا۔ یہ آئے اور رات کو اسے بلایا۔

جب وہ ان کی طرف جانے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: مجھے ایسے لگتا ہے جیسے اس آواز سے خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے کہا واہ! یہ تو محمد بن مسلمہ اور اس کا رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں اور باہمت مرد کا کام یہ ہے کہ اگر رات کو بھی اسے لڑائی کے لئے بلایا جائے تو چلا آئے۔ محمد (بن مسلمہ) نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ جب کعب آئے گا تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا اور جب وہ میری گرفت میں آ جائے تو تم

اپنا کام کر جانا۔ پھر کعب خوشبو لگائے ہوئے آیا تو انہوں نے کہا: تم سے کتنی عمدہ خوشبو آ رہی ہے۔ کعب نے کہا: ہاں! میرے ہاں فلاں عورت ہے جو عرب کی سب عورتوں سے زیادہ معطر رہتی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اگر تم اجازت دو تو میں تمہارا سر سونگھ لوں۔ کعب نے کہا: ہاں اجازت ہے! محمد نے اس کا سر سونگھا، پھر پکڑا پھر سونگھا پھر کہا: اگر اجازت دو تو دوبارہ سونگھ لوں؟ اور اسے اچھی طرح تھام لیا پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: اس کا کام تمام کر دو! انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ کو خبر دی۔"

☆ نابینا شخص کا اپنی گستاخ لونڈی کو قتل کرنا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَعْمَى كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ، وَكَانَ لَهُ مِنْهَا إِبْنَانِ، وَكَانَتْ تُكْثِرُ الْوَقِيعَةَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَتَسُبُّهُ فَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ وَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، ذَكَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَوَقَعَتْ فِيهِ، فَلَمْ أَصْبِرْ أَنْ قُمْتُ إِلَى الْمِغْوَلِ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا فَاتَّكَأْتُ عَلَيْهِ فَقَتَلْتُهَا، فَأَصْبَحَتْ قَتِيلًا فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَجَمَعَ النَّاسَ وَقَالَ: أَنْشُدُ اللهَ: رَجُلًا لِي عَلَيْهِ حَقٌّ فَعَلَ مَا فَعَلَ إِلَّا قَامَ فَأَقْبَلَ الْأَعْمَى يَتَدَلْدَلُ فَقَالَ يَارَسُولَ اللهِ أَنَا صَاحِبُهَا كَانَتْ أُمَّ وَلَدِي، وَكَانَتْ بِي لَطِيفَةً رَفِيقَةً وَلِي مِنْهَا إِبْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَلٰكِنَّهَا كَانَتْ تُكْثِرُ الْوَقِيعَةَ فِيكَ وَتَشْتُمُكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي أَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ فَلَمَّا كَانَتِ الْبَارِحَةُ ذَكَرْتُكَ فَوَقَعَتْ فِيكَ فَقُمْتُ إِلَى الْمِغْوَلِ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا فَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَلَا اشْهَدُوا إِنَّ دَمَهَا هَدَرٌ

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک نابینا شخص تھا، اس کی ایک (ام ولد) لونڈی تھی جس سے اس کے دو بچے تھے، وہ اکثر اللہ کے رسول ﷺ کو بُرا بھلا کہتی۔ نابینا اسے ڈانٹتا لیکن وہ نہ مانتی، منع کرتا تو وہ باز نہ آتی۔ ایک رات اس نے نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے بُرا بھلا کہا، وہ شخص کہتا ہے: مجھ سے صبر نہ ہو سکا، میں نے خنجر اٹھایا اور اس کے پیٹ میں دھنسا دیا، وہ مر گئی۔ صبح جب وہ مردہ پائی گئی تو لوگوں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا۔ آپؐ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں اسے خدا کی قسم دیتا ہوں جس پر میرا حق ہے (کہ وہ میری اطاعت کرے) جس نے یہ کام کیا ہے وہ اٹھ کھڑا ہو، یہ سن کر وہ نابینا گرتا پڑتا آگے بڑھا اور عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ! یہ میرا کام ہے، یہ عورت میری لونڈی تھی اور مجھ پر بہت مہربان اور میری رفیق تھی۔ اس کے بطن سے میرے دو ہیرے جیسے بچے ہیں، لیکن وہ اکثر آپؐ کو بُرا کہتی تھی، میں منع کرتا تو نہ مانتی، جھڑکتا تو بھی نہ سنتی، آخر گزشتہ رات اس نے آپ کا تذکرہ کیا اور آپ کی گستاخی کی، میں نے خنجر اٹھایا اور اس کے پیٹ میں مارا، یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ رسول اللہ نے فرمایا: سب لوگ گواہ رہو، اس لونڈی کا خون رائیگاں ہے۔" (صحیح سنن نسائی: ۳۷۹۴، سنن ابوداود: ۴۳۶۱ صحیح)

عمیر بن اُمیہ کا اپنی گستاخ بہن کو قتل کرنا:

عَنْ عُمَيْرِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ أُخْتٌ فَكَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ آذَتْهُ فِيهِ وَشَتَمَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَتْ مُشْرِكَةً فَاشْتَمَلَ لَهَا يَوْمًا عَلَى السَّيْفِ ثُمَّ أَتَاهَا فَوَضَعَهُ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَقَامَ بَنُوهَا فَصَاحُوا وَقَالُوا قَدْ عَلِمْنَا مَنْ قَتَلَهَا أَفَتُقْتَلُ أُمُّنَا وَ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَهُمْ آبَاءٌ وَأُمَّهَاتٌ مُشْرِكُونَ فَلَمَّا خَافَ عُمَيْرٌ أَنْ يَقْتُلُوا غَيْرَ قَاتِلِهَا ذَهَبَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: أَقَتَلْتَ أُخْتَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: وَلِمَ؟ قَالَ: إِنَّهَا كَانَتْ تُؤْذِينِي فِيكَ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى بَنِيهَا فَسَأَلَهُمْ، فَسَمَّوْا غَيْرَ قَاتِلِهَا، فَأَخْبَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ وَأَهْدَرَ دَمَهَا

"حضرت عمیر بن امیہؓ کی ایک بہن تھی۔ جب یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لئے نکلتے تو یہ انہیں آپؐ کے بارے میں اذیت دیتی اور نبی کریم کو گالی دیتی، وہ مشرک تھی۔ ایک دن عمیر نے اس کے لئے تلوار لپیٹ کر ساتھ اٹھالی اور اس کے پاس آئے اور اس سے قتل کر دیا۔ اس عورت کے بیٹے کھڑے ہو گئے اور چیخنے لگے اور کہنے لگے: ہمیں معلوم ہے، اسے کس نے قتل کیا؟ یہ کیسے ہوا کہ ہماری ماں قتل کر دی گئی جبکہ ان لوگوں کے ماں باپ بھی مشرک ہیں؟ جب عمیرؓ کو خطرہ لاحق ہوا کہ وہ کہیں اس کے قاتل کی بجائے کسی دوسرے کو قتل نہ کر دیں تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور سارے معاملے کی خبر دی، آپؐ نے فرمایا: کیا تو نے اپنی بہن کو قتل کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! نبی کریم ﷺ نے پوچھا: تو نے اسے کیوں قتل کیا ہے؟ عمیرؓ نے جواب دیا: وہ آپ کو بُرا بھلا کہہ کر مجھے تکلیف دیتی تھی۔ آپؐ نے اس عورت کے بیٹوں کی طرف پیغام بھیج کر، ان سے قاتلوں کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کسی اور کا نام لیا۔ آپؐ نے انہیں صحیح قاتل کے بارے میں بتایا اور اس عورت کا خون رائیگاں قرار دیا۔" (مجمع الزوائد ۲۶۰/۶، رواہ ثقات)

بنو خطمہ کی گستاخ عورت کا قتل:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ أَبِیہِ أَنَّ عَصْمَاءَ بِنْتَ مَرْوَانَ مِنْ بَنِی أُمَیَّةَ بْنِ زَیْدٍ کَانَتْ تَحْتَ یَزِیدَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حُصَیْنٍ الْخَطْمِیِّ وَکَانَتْ تُؤْذِی النَّبِیَّ ﷺ وَتَعِیبُ الْإِسْلَامَ وَتُحَرِّضُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَقَالَتْ: فَبِاسْتِ بَنِی مَالِکٍ وَالنَّبِیتِ وَعَوْفٍ وَ بِاسْتِ بَنِی الْخَزْرَجِ أَطَعْتُمْ أُتَاوِیَ مِنْ غَیْرِکُمْ فَلَا مِنْ مُرَادٍ وَ لَا مَذْحِجٍ تَرْجُونَہٗ بَعْدَ قَتْلِ الرُّؤُسِ کَمَا تُرْتَجَی مَرَقُ الْمُنْضَجِ وَقَالَ عُمَیْرُ بْنُ عَدِیٍّ الْخَطْمِیُّ: حِینَ بَلَغَ قَوْلُہَا وَتَحْرِیضُہَا اَللّٰہُمَّ إِنَّ لَکَ عَلَیَّ نَذْرًا لَئِنْ رَدَدْتَ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ إِلَی الْمَدِینَةِ لَأَقْتُلَنَّہَا وَرَسُولُ اللّٰہِ ﷺ بِبَدْرٍ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مِنْ بَدْرٍ جَاءَ عُمَیْرُ بْنُ عَدِیٍّ فِی جَوْفِ اللَّیْلِ حَتّٰی دَخَلَ عَلَیْہَا

فِي بَيْتِهَا وَحَوْلَهَا نَفَرٌ مِنْ وُلْدِهَا نِيَامٌ مِنْهُمْ مَنْ تُرْضِعُهُ فِي صَدْرِهَا فَجَسَّهَا بِيَدِهِ فَوَجَدَ الصَّبِيَّ تُرْضِعُهُ فَنَحَّاهُ عَنْهَا ثُمَّ وَضَعَ سَيْفَهُ عَلَى صَدْرِهَا حَتَّى أَنْفَذَهُ مِنْ ظَهْرِهَا ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى صَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ نَظَرَ إِلَى عُمَيْرٍ فَقَالَ: أَقَتَلْتَ بِنْتَ مَرْوَانَ؟ قَالَ. نَعَمْ. بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ وَخَشِيَ عُمَيْرٌ أَنْ يَكُونَ افْتَاتَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِقَتْلِهَا فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ فِي ذٰلِكَ شَيْءٌ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لَا يَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَانِ فَإِنَّ أَوَّلَ مَا سَمِعْتُ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ عُمَيْرٌ: فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ: إِذَا أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَنْظُرُوا إِلَى رَجُلٍ نَصَرَ اللهَ وَرَسُولَهُ بِالْغَيْبِ فَانْظُرُوا إِلَى عُمَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: انْظُرُوا إِلَى هٰذَا الْأَعْمَى الَّذِي تَسَرَّى فِي طَاعَةِ اللهِ فَقَالَ: لَا تَقُلِ الْأَعْمَى، وَلٰكِنَّهُ الْبَصِيرُ. فَلَمَّا رَجَعَ عُمَيْرٌ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَجَدَ بَنِيهَا فِي جَمَاعَةٍ يَدْفِنُونَهَا فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ حِينَ رَأَوْهُ مُقْبِلًا مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا: يَا عُمَيْرُ أَنْتَ قَتَلْتَهَا فَقَالَ: نَعَمْ. فَكِيدُونِ جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُونِ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ قُلْتُمْ بِأَجْمَعِكُمْ مَا قَالَتْ لَضَرَبْتُكُمْ بِسَيْفِي هٰذَا حَتَّى أَمُوتَ أَوْ أَقْتُلَكُمْ فَيَوْمَئِذٍ ظَهَرَ الْإِسْلَامُ فِي بَنِي خَطْمَةَ وَكَانَ مِنْهُمْ رِجَالٌ يَسْتَخْفُونَ بِالْإِسْلَامِ خَوْفًا مِنْ قَوْمِهِمْ

''حضرت عبداللہ بن حارث بن فضیل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عصماء بنت مروان جو بنوامیہ بن زید خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور یزید بن زید بن حصین خطمی کی بیوی تھی۔ یہ نبی ﷺ کو ایذا پہنچاتی، اسلام پر عیب جوئی کرتی اور لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے خلاف ابھارتی تھی اور اکثر یہ اشعار پڑھا کرتی تھی: ''بنومالک، نبیب اور عوف کی سرین اور بنوخزرج کی سرین کی تم پیروی کرتے ہو۔ کیا وہ تمہیں دوسرے سے پناہ دیتی ہے، جبکہ نہ اس سے مراد پوری ہوتی ہے اور نہ بچہ جنم لیتا ہے۔ تم سروں کے کٹنے کے بعد اس

سے ایسے ہی امید کرتے ہو جیسے گوشت بھننے کے لئے لگائی گئی سلاخ سے شوربے کی اُمید کی جائے۔"

عمیر بن عدی خطمی کہتے ہیں: جب اس عورت کے یہ اشعار اور نبی کریمؐ کے خلاف ترغیب مجھ تک پہنچی تو میں نے نذر مان لی کہ اے اللہ! اگر تو نے اپنے رسول کو مدینہ لوٹا دیا تو میں اس عورت کو ضرور قتل کروں گا۔ اس روز رسول اللہ ﷺ بدر میں تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس آئے تو عمیر بن عدیؓ رات کی تاریکی میں اس کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس وقت اس کے اردگرد اس کے بچے سوئے ہوئے تھے جن میں سے ایک کو وہ اپنا دودھ پلا رہی تھی۔ جب اس نے اپنے ہاتھ سے چھوکر دیکھا تو اس کو لگا کہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ عمیر نے بچہ اس سے علیحدہ کیا اور اپنی تلوار اس کے سینے پر رکھی اور اس کے پیٹ کے پار اُتار دی۔ پھر وہ وہاں سے نکلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے اور عمیر کی طرف دیکھا تو فرمایا: کیا تو نے مروان کی بیٹی کو قتل کر دیا ہے؟ عمیر نے جواب دیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ عمیر کو ڈر محسوس ہوا کہ کہیں اس کے قتل کی وجہ سے اللہ کے رسولؐ ناراض نہ ہوں۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا اس کا مجھ پر کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اس بارے میں کوئی دو رائے نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ محاورہ پہلی مرتبہ سنا تھا۔ عمیر کہتے ہیں! پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اگر تم کسی ایسے آدمی کو دیکھنا پسند کرو جس نے غیب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نصرت کی ہے تو عمیرؓ بن عدی کو دیکھ لو۔ عمر بن خطابؓ نے کہا کہ اس نابینے کی طرف دیکھو جو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں چلتا ہے، آپؐ نے فرمایا: اسے نابینا مت کہو یہ تو بینا ہے۔ عمیرؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس لوٹے تو اپنے بیٹوں کو لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر اسے دفن کرتے ہوئے پایا، جب ان لوگوں نے انہیں مدینہ کی جانب سے آتے ہوئے دیکھا تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: اے عمیرؓ! کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟ عمیرؓ نے جواب دیا: ہاں! اچاہو تو تم سب میرے

خلاف تدبیر کرلو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم سب بھی وہی بات کہو جو اس نے کہی تھی تو میں تم سب کو اپنی تلوار سے قتل کردوں گا یا خود مر جاؤں گا۔ یہی وہ دن تھا کہ بنو خطمہ قبیلے میں اسلام غالب ہوا ورنہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنی قوم کے ڈر سے اسلام کو حقیر سمجھتے تھے۔"

(المغازی للواقدی ۱/۶۳، ۱۷۳، الصارم المسلول علی شاتم الرسول ۹۳، ۹۵، مجمع الزوائد : ۶/۲۶۰)

عبداللہ بن خطل اور عبداللہ بن ابی سرح کا واقعہ:

یہ شخص پہلے مسلمان ہوگیا تھا، آپ نے اسے عاملِ زکوٰۃ بنا کر بھیجا تو صدقات وصول کرنے کے بعد راستے میں اپنے غلام سے ناراض ہوکر اسے قتل کردیا اور خود مرتد ہوگیا۔ صدقات کے اونٹ ساتھ لے گیا اور جا کر مشرکین مکہ سے مل گیا۔ یہ نبی کریمؐ کی شان میں ہجو کہا کرتا اور اپنی دو لونڈیوں کو کہتا کہ ان اشعار کو گا کر لوگوں کو سناؤ۔ قرتنی اور قریبہ اس کی لونڈیوں کے نام تھے۔ جن میں سے ایک ماری گئی اور دوسری نے امان کی درخواست کی جسے امان دے دی گئی۔ (الصارم المسلول:۱۳۲، زرقانی شرح مواہب:۳۱۵/۲، ۳۱۶، المغازی:۲/۸۶۰، ۸۵۹)

جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو نبی کریم ﷺ نے چار اشخاص اور دو عورتوں کے ماسوا سب کو امان دے دی۔

مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

اقتلوهم وإن وجدتموهم متعلقين بأستار الكعبة : عكرمة بن أبي جهل وعبد الله بن خطل ومقيس بن صبابة وعبد الله بن سعد بن أبي السرح فاستبق إليه سعيد بن حُريث وعمار بن ياسر فسبق سعيد عمارًا و كان أشب الرجلين فقتله..... وأما عبد الله بن أبي سرح فإنه اختبأ عند عثمان بن عفان فلما دعا رسول الله ﷺ الناس إلى البيعة جاء به حتى أوقفه على النبي. قال: يا رسول الله بايع عبد الله. قال فرفع رأسه فنظر إليه ثلاثًا كل ذلك يأبى. فبايعه بعد ثلاث ثم أقبل على أصحابه فقال: أما كان منكم رجل رشيد

يقوم إلى هذا حيث رآني كففت يدي عن بيعته فيقتله فقالوا: وما يدرينا يا رسول الله! ما في نفسک هلا أومأت إلينا بعينک؟ قال إنه لا ينبغي لنبي أن يكون له خائنة أعين ٥

(سنن نسائی: ۴۰۷۲، بخاری: ۱۸۴۶)

''ان افراد کو جہاں بھی پاؤ حتیٰ کہ کعبہ کے پردوں سے لٹکے ہوئے بھی ملیں تو ان کو قتل کردو: عکرمہ، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ چنانچہ سعید بن حریث اور عمار بن یاسر نے عبداللہ بن خطل کو (بیت اللہ کے پردوں پر لٹکا) پالیا تو سعید نے زیادہ جوان ہونے کی وجہ سے عمار پر سبقت کرکے اسے قتل کردیا...... جبکہ عبداللہ بن سرح نے حضرت عثمانؓ کے پاس پناہ لے لی۔ پھر جب نبی کریمؐ نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا تو حضرت عثمان نے عبداللہ کو وہاں پیش کردیا اور نبی کریمؐ کو سفارش کی کہ اس سے بیعت فرمالیجئے۔ آپ نے تین بار سر اُٹھا کر عبداللہ بن سرح کو دیکھا لیکن اس کا اسلام قبول نہ کیا، آخر کار تیسری بار اس سے بیعت کرلی۔ پھر اپنے صحابہ سے گویا ہوئے: کیا تم میں کوئی سمجھدار شخص نہیں تھا کہ جب میں عبداللہ کی بیعت قبول کرنے سے انکار کررہا تھا تو وہ عبداللہ کو قتل کردیتا؟ صحابہؓ نے جواب دیا: ہمیں کیسے اس بات کا پتہ چلتا (کہ اس کو قتل کردیا جائے)؟ آپ ہمیں آنکھ سے ہی اشارہ فرمادیتے تو نبی کریمؐ نے جواب دیا کہ کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آنکھوں سے اشارے کرے۔''

فتح الباری میں عبداللہ بن ابی سرح کا جرم ارتداد ذکر کیا گیا ہے۔ (۱۲/۹۵) جبکہ بعض دیگر کتب سیرت میں اس کو توہین رسالت کا مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔

بعض دیگر واقعات:

عن البراء بن عازب قال بعث رسول الله إلى أبي رافع اليهودي رجالا من الأنصار فأمر

عليهم عبد الله بن عتيک و کان ابو رافع يؤذي رسول الله ويعين عليه (صحیح بخاری:۴۰۳۹)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع یہودی کو قتل کرنے کے لئے چند انصار کا انتخاب فرمایا جن پر عبداللہ بن عتیکؓ کو امیر مقرر کیا گیا۔ اور یہ ابو رافع رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیا کرتا تھا اور آپ کے خلاف لوگوں کی مدد کیا کرتا تھا۔'' (مزید تفصیل دیکھیں: فتح الباری: ۳۴۲/۷، ۳۴۳، تاریخ طبری: ۹/۳)

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بِلْقِين: أَنَّ امْرَأَةً سَبَّتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَتَلَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ (السنن الکبریٰ از امام بیہقی ۲۰۳/۸)

''حضرت عروہ بن محمد بلقین کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کو بُرا بھلا کہا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے قتل کر دیا۔''

عَنْ رَجُلٍ مِنْ بِلْقِيْن أَوْ قَالَ أَلْقِيْن: أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَسُبُّ النَّبِيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ يَكْفِيْنِي عَدُوِّي؟ فَخَرَجَ إِلَيْهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَتَلَهَا

(مصنف عبدالرزاق: ۹۷۰۵، المحلی از ابن حزم: ۴۱۳/۱۱، الشفاء: ۹۵۱/۲)

''ایک عورت نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی، تو آپ نے فرمایا: میرے اس دشمن سے کون میرا بدلہ لے گا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ گئے اور جا کر اس کو قتل کر دیا۔''

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ وَتَقَعُ فِيهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ فَأَبْطَلَ النَّبِيُّ دَمَهَا (السنن الکبریٰ از امام بیہقی ۶۰/۷، سنن ابوداود: ۴۳۶۲ ضعیف)

''حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ کر قتل کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا۔'' (یعنی خون کا قصاص نہیں لیا)

عن عِكرِمَةَ مَولَى ابنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَبَّهُ رَجُلٌ مِنَ المُشرِكِينَ فَقَالَ: مَن يَكفِينِي عَدُوِّي؟ فَقَالَ الزُّبَيرُ: أَنَا. فَبَارَزَهُ الزُّبَيرُ. فَقَتَلَهُ فَأَعطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ سَلَبَه

(مصنف عبدالرزاق ۵/۲۳۷، ۳۰۷، رقم ۹۴۷۷)

''حضرت عکرمہ جو ابن عباسؓ کے غلام ہیں، ان سے روایت ہے کہ نبی کریم کو ایک مشرک نے گالی دی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے دشمن سے میرا بدلہ کون لے گا؟ حضرت زبیرؓ نے کہا: میں! حضرت زبیرؓ نے اس مشرک کو للکارا اور اسے قتل کر دیا، نبی کریمؐ نے مشرک کا مال غنیمت انھیں عطا کر دیا۔''

اس کے علاوہ بھی چند واقعات علمائے سیر نے درج کیے ہیں مثلاً

حویرث بن نقید کی ہجو طرازی: نبی کریم ﷺ نے جب اس کا خون جائز قرار دیا تو حضرت علیؓ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ (المغازی از واقدی: ۲/۸۵۷)

بنو عمرو بن عوف کے شخص ابو عفک کا قتل: یہ ۱۲۰ سالہ بوڑھا شخص مدینہ منورہ آ کر لوگوں کو آپ کی عداوت پر بھڑکایا کرتا، بالخصوص غزوۂ بدر کے بعد اس نے صحابہؓ اور حضورؐ کی شان میں ہجویہ قصیدہ کہا چنانچہ سالم بن عمیر نے اسے قتل کر دیا۔ (الصارم المسلول ص ۱۰۴)

انس بن زنیم دیلی نے معاہد ہونے کے باوجود آپ کی ہجو گوئی کی، چنانچہ خزاعہ قبیلہ کے ایک نوجوان نے اس پر حملہ کر کے اس کے سر پر لکڑی کی چوٹ ماری۔ لیکن اس نے اپنے گناہ کی معافی، اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی شان میں مدح گوئی کی اور معافی کا طالب ہوا۔ رحمۃ للعالمینؐ نے اس کا خون پہلے رائیگاں قرار دینے کے باوجود اُسے معاف کر دیا۔ (المغازی: ۲/۷۹۱، الصارم المسلول: ص ۱۰۶)

ایک نصرانی شخص کے بارے میں ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی تھیں جس پر اس کو قتل کر دیا گیا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۵ ص ۳۰۷)

سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضورﷺ کی تکذیب کی۔ آپؐ نے علیؓ اور زبیرؓ سے فرمایا: جاؤ اگر وہ مل جائے تو اسے قتل کر دو۔ (ایضاً: ج ۵ ص ۳۰۸)

قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب الشفاء میں ابن قانع سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہﷺ! میں نے اپنے والد کو آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے سنا تو یہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا، اس لئے میں نے اسے قتل کر دیا۔ تو آپ نے اس سے باز پرس نہیں فرمائی۔ (الشفاء: ۲/۲۹۰)

رسول اللہؐ پر جھوٹ باندھنے یا آپؐ کو جھٹلانے والے کی سزا:

اسلام کی رو سے جہاں ذاتِ نبوی کو غیر معمولی عصمت و تقدس حاصل ہے، وہاں فرمانِ نبوی کی حیثیت بھی انتہائی قابلِ احترام ہے اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ نبی کریمؐ کے ذمہ کسی قول کا بھی الزام عائد کرتا پھرے۔ ایسی کوتاہی پر جہاں زبانِ رسالت سے جہنم کی وعید صادر ہوئی ہے، وہاں دنیا میں بھی یہ امر سنگین سزا کا مستوجب ہے۔ حتی کہ زیر نظر واقعہ میں تو نبی کریمﷺ نے ایسے شخص کو قتل تک کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ سعید بن جبیر قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَرْيَةٍ مِنْ قُرَى الْأَنْصَارِ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَرْسَلَنِي إِلَيْكُمْ وَأَمَرَنِي أَنْ تُزَوِّجُونِي فُلَانَةَ قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِهَا: جَاءَنَا هَذَا بِشَيْءٍ مَا نَعْرِفُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنْزِلُوا الرَّجُلَ وَأَكْرِمُوهُ حَتَّى آتِيَكُمْ بِخَبَرِ ذَلِكَ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ فَقَالَ: إِذْهَبَا فَإِنْ أَدْرَكْتُمَاهُ فَاقْتُلَاهُ وَلَا أَرَاكُمَا تُدْرِكَانِهِ قَالَ: فَذَهَبَا فَوَجَدَاهُ قَدْ لَدَغَتْهُ حَيَّةٌ فَقَتَلَتْهُ فَرَجَعَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

(دلائل النبوۃ از بیہقی ۶/۲۸۲...... البتہ اس حدیث کا آخری حصہ صحیح بلکہ متواتر ہے، اس حدیث کی سند میں عطاء بن سائب ہے جس کی قبل از اختلاط علماء نے توثیق کی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۶/۱۱۰)

''حضرت سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی تھا، وہ انصار کی ایک بستی کی طرف آیا اور کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم فلاں عورت کی مجھ سے شادی کروا دو۔ اس عورت کے خاندان کے ایک آدمی نے کہا کہ یہ ہمارے پاس ایسی خبر لایا ہے جس کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اس آدمی کو عزت سے بٹھاؤ، یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے کوئی اطلاع نہ لے آؤں۔ چنانچہ وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کا تذکرہ کیا، آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو حکم دیا کہ جاؤ، اگر تم اسے پاؤ تو قتل کر دینا، میرا نہیں خیال کہ تم اُسے پالو گے۔ وہ دونوں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اسے ایک سانپ نے ڈس کر ہلاک کر دیا ہے۔ انہوں نے واپس آ کر نبی کریمؐ کو اس بات کی خبر دی، آپؐ نے فرمایا: جو مجھ سے غلط بات منسوب کرتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔''

ایسے ہی جو مسلمان شخص نبی کریمؐ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے، تو اس کو قتل کر دینے کا تذکرہ بھی زیر نظر حدیث میں ملتا ہے۔ راقم کے پیش نظر یہاں ان واقعات کی تفصیلی بحث پیش نظر نہیں، اس لئے یہ واقعہ بلا تبصرہ ملاحظہ فرمایئے:

عَنْ مَكْحُولٍ قَالَ: كَانَ بَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْمُنَافِقِينَ وَرَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مُنَازَعَةٌ فِي شَيْءٍ فَأَتَيَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَضَى عَلَى الْمُنَافِقِ فَانْطَلَقَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: مَا كُنْتُ لأَقْضِيَ بَيْنَ مَنْ يَرْغَبُ عَنْ قَضَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَانْطَلَقَا إِلَى عُمَرَ فَقَصَّا عَلَيْهِ فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَعْجَلَا حَتَّى أَخْرُجَ إِلَيْكُمَا فَدَخَلَ فَاشْتَمَلَ عَلَى السَّيْفِ وَخَرَجَ فَقَتَلَ الْمُنَافِقَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا أَقْضِي بَيْنَ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ...﴾ فَسُمِّيَ الْفَارُوقُ (تفسیر درمنثور: ۲/۱۸۰، تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۲۰)

''حضرت مکحول بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی مسلمان اور منافق کے درمیان، کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپؐ نے منافق کے خلاف فیصلہ فرما دیا۔ پھر وہ دونوں حضرت ابوبکرؓ

کی طرف چلے گئے، انہوں نے کہا: جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو نہیں مانتا، میں اس کے درمیان فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ عمرؓ نے کہا: میرے واپس آنے تک تم یہیں ٹھہرنا، حضرت عمرؓ گھر سے تلوار سونت کر آئے اور منافق کو قتل کر دیا اور کہا: جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا، اس کے لئے میں اسی طرح فیصلہ کرتا ہوں۔ پھر اللہ نے یہ آیت نازل کر دی۔
﴿فلاوَرَبّکَ لایُؤمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ﴾ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کا لقب 'فاروق' پڑ گیا۔"

یہی واقعہ ایک اور حدیث میں یوں بھی بیان ہوا ہے کہ:

عن ابي الأسود قالَ: اِختَصَمَ رَجُلانِ إلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَضَى بَيْنَهُمَا فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ رُدَّنَا إلَى عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ فَأتَيَا إلَيْهِ فَقَالَ الرَّجُلُ: قَضَى لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى هٰذَا، فَقَالَ رُدَّنَا إلَى عُمَرَ فَقَالَ: أكَذٰلِكَ؟ قَالَ نَعَمْ. فَقَالَ عُمَرُ: مَكَانَكُمَا حَتّٰى أخْرُجَ إلَيْكُمَا فَأقْضِي بَيْنَكُمَا فَخَرَجَ إلَيْهِمَا مُشْتَمِلاً عَلَى سَيْفِهِ فَضَرَبَ الَّذِي قَالَ: رُدَّنَا إلَى عُمَرَ، فَقَتَلَهُ فَأنْزَلَ اللهُ ﴿فلاَ وَ رَبّکَ لایُؤمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ﴾ (لباب النقول ۹۰/۱، در منثور ۱۸۰/۲)

"حضرت ابو اسود بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک جھگڑا لے کر آئے، آپؐ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا، اس نے کہا کہ عمرؓ کے پاس چلتے ہیں۔ جب وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو دوسرے آدمی (جس کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا تھا) نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کے خلاف میرے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے، لیکن اس نے کہا: عمرؓ کے پاس چلتے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا: کیا ایسے ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں! حضرت عمرؓ نے کہا: تم دونوں یہیں ٹھہرو، میں ابھی آ کر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ تلوار سونت کر آئے اور جس نے کہا تھا کہ عمرؓ کے پاس چلو، اسے قتل کر دیا۔ اللہ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿فلاَ وَ رَبّکَ

کی طرف چلے گئے، انہوں نے کہا: جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو نہیں مانتا، میں اس کے درمیان فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ عمرؓ نے کہا: میرے واپس آنے تک تم یہیں ٹھہرنا، حضرت عمرؓ گھر سے تلوار سونت کر آئے اور منافق کو قتل کر دیا اور کہا: جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا، اس کے لئے میں اسی طرح فیصلہ کرتا ہوں۔ پھر اللہ نے یہ آیت نازل کر دی۔ ﴿فلاوَرَبّک لایُؤمِنُونَ حتّٰی یُحَکِّمُوک﴾ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کا لقب 'فاروق' پڑ گیا۔"

یہی واقعہ ایک اور حدیث میں یوں بھی بیان ہوا ہے کہ:

عن ابي الأسود قالَ: اِخْتَصَمَ رَجُلانِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَضَى بَيْنَهُمَا فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ رُدَّنَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَتَيَا إِلَيْهِ فَقَالَ الرَّجُلُ: قَضَى لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى هٰذَا، فَقَالَ رُدَّنَا إِلَى عُمَرَ فَقَالَ: أَكَذٰلِكَ؟ قَالَ نَعَمْ. فَقَالَ عُمَرُ: مَكَانَكُمَا حَتّٰى أَخْرُجَ إِلَيْكُمَا فَأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا مُشْتَمِلًا عَلَى سَيْفِهِ فَضَرَبَ الَّذِي قَالَ: رُدَّنَا إِلَى عُمَرَ، فَقَتَلَهُ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ﴾ (لباب النقول ۱/۹۰؛ در منثور ۲/۱۸۰)

"حضرت ابو اسود بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک جھگڑا لے کر آئے، آپؐ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا، اس نے کہا کہ عمرؓ کے پاس چلتے ہیں۔ جب وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو دوسرے آدمی (جس کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا تھا) نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کے خلاف میرے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے، لیکن اس نے کہا: عمرؓ کے پاس چلتے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا: کیا ایسے ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں! حضرت عمرؓ نے کہا: تم دونوں یہیں ٹھہرو، میں ابھی آ کر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ تلوار سونت کر آئے اور جس نے کہا تھا کہ عمرؓ کے پاس چلو، اسے قتل کر دیا۔ اللہ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ

لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ... ﴾ ''تیرے رب کی قسم! یہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے، جب تک تجھے اپنے جھگڑوں میں قاضی تسلیم نہ کر لیں۔'' (النساء۴:۶۵)

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں (۹۹۴/۳) اور دیگر اہل علم نے اس حدیث کو ابن لہیعہ کے طریق سے روایت کیا ہے لیکن یہ طریق ضعیف ہے۔ البتہ ابو مغیرہ اور شعیب بن شعیب کے طرق سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ لہٰذا حافظ ابن کثیر نے ان شواہد کی بنا پر اس روایت کو قوی شمار کیا ہے۔ (مسند الفاروق: ۸۷۶/۲، بحوالہ اقضیۃ الخلفاء الراشدین: ۱۱۸۸/۲)

بشکریہ

ماہنامہ محدث لاہور